بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

داڑھی کی شرعی حیثیت

ایک مشت داڑھی کے وجوب کے منکرین

کا شرعی محاسبہ اور ان کے دلائل کے مسکت

جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں کہ زید نے ایک مشت داڑھی کے وجوب کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی ہے اور اس کتاب میں دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک مشت داڑھی واجب نہیں ہے بلکہ مطلقا داڑھی واجب ہے۔اس میں مقدار کی کوئی قید نہیں۔اس نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ تعالی سے پہلے کسی نے ایک مشت داڑھی کو واجب نہیں کہا ہے۔زید کے ایک مشت داڑھی کے نفی کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ ''بعض علماء کہتے ہیں حضرت ابن عمر اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہما نے قبضے کے بعد داڑھی کاٹی ان کا یہ فعل اس بات کا بیان ہے کہ داڑھی کا بڑھانا قبضہ تک واجب ہے یہ قول درست نہیں صحابہ کرام کے افعال سے کسی چیز کا وجوب کیسے ثابت ہوگا جبکہ نبی کریم ﷺ کے بھی صرف اقوال موجب ہیں اور آپ ﷺ کے صرف انہی افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے جو مجمل کتاب کا بیان ہو اور باقی افعال میں اختلاف ہے اور جمہور کا قول اور مختار یہ ہے کہ آپ ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم ابھی توضیح وتلویح اور نورالانوار کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ثانیا ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے قبضے کے بعد داڑھی کاٹی (بعض روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مطلقاً داڑھی کاٹنے کا ذکر ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) ان کے اس فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو داڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا انکے نزدیک وہ حکم وجوب کے لئے نہیں تھا اگر ان کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا اور داڑھی بڑھانا واجب! تو وہ اپنی داڑھیوں کو ہرگز نہ کاٹتے۔

۲۔ '' بعض علماء '' **واعفوا اللحی** '' میں امر کے صیغے سے استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے لہذا داڑھی بڑھانا واجب ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ امر وجوب کے لیئے اسوقت ہوتا ہے جب اسکے خلاف قرینہ صارفہ نہ ہو یہاں ایک سے زائد قرائن ہیں امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو داڑھی کاٹنے کا حکم دیا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے طولاً عرضاً دارھی کاٹ کر کم کرنے کو روایت کیا اور اس حدیث سے ہمارے فقہاء (مثلاً

صاحب نہایہ، علامہ عینی، علامہ ابن ھمام رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ) نے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ اور فقہاء تابعین کے داڑھی کاٹ کر کم کرنے کے واقعات ہیں جنکو ہم نے شروع میں بحوالہ بیان کر دیا ہے۔"

۳۔ " بعض علماء نے مجھ سے کہا کہ داڑھی بڑھانے کے متعلق بکثرت احادیث ہیں اور داڑھی کاٹنے کے بارے میں اتنی کثیر احادیث نہیں ہیں۔ میں نے کہا کسی مطلوب کے اثبات کے لیے حدیث کا صحیح اور قوی سند کے ساتھ مروی ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ شافعی کہہ سکتے ہیں کہ اثباتِ رفع یدین اور اثبات فاتحہ خلف الامام کے متعلق اسی طرح کندھوں تک ہاتھ اٹھانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق جتنی کثیر روایات ہیں اتنی روایات ترک رفع یدین اور ترک فاتحہ خلف الامام، اور کاندھوں تک ہاتھ اُٹھانے اور ناف پر ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہیں"۔

۴۔ "بعض علماء نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو" اور مجوس کی مخالفت واجب ہے اسلیے داڑھی بڑھانا واجب ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ قرائن صارفہ کو دیکھے بغیر اگر محض مخالفت کے حکم سے داڑھی بڑھانا واجب ہوسکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ داڑھی رنگو اور یہود کی مخالفت کرو تو اس حدیث سے داڑھی کا رنگنا واجب ہوگا اور جب دیگر قرائن کی بناء پر داڑھی کا رنگنا واجب نہیں ہے تو اسطرح متعدد قرائن کی بناء پر داڑھی کا بڑھانا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ اگر داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا تو کاٹنا اولاً جائز نہ ہوتا حالانکہ ہم کاٹ کر کم کرنے کے جواز کو بالدلائل بیان کر چکے ہیں"۔

۵۔ "بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک قبضہ داڑھی رکھنا اسلیے واجب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے اور نبی کریم ﷺ جس کام کو دائمی کریں وہ واجب ہوتا ہے یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا علاوہ ازیں اس میں بحث ہے کہ داڑھی رکھنا سنن زوائد میں سے ہے یا سنن ھدی میں سے ہے۔ (الفتوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۸۲) نبی کریم ﷺ نے اعضاء وضو میں ہمیشہ دائیں عضو کو دھونے سے ابتداء کی اس کا خلاف کہیں ثابت نہیں اس کے باوجود دائیں عضو کو پہلے دھونا مستحب ہے واجب نہیں حالانکہ بالاتفاق سنن ھدی سے ہے اسطرح مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے اور کنگھی کرنے میں آپ نے ہمیشہ دائیں جانب سے ابتداء کی ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور

انکا خلاف کہیں ثابت نہیں اسکے باوجود یہ امور مستحب ہیں واجب نہیں حالانکہ یہ امور بھی سنن ھدی میں سے ہیں ‘‘

۶۔ ’’بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ داڑھی میں قبضے کی مقدار کو فقہاء نے واجب کہا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے ہمارے علم کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے قبضے کو واجب نہیں لکھا سب نے اس کو سنت لکھا ہے۔

۷۔ ’’زید صاحب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے‘‘ اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمۃ اللہ کی پیروی کی۔ (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کہ) ہمارے نزدیک شیخ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا ہو۔ اور اسکے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے جبکہ یہاں معاملہ اسکے برعکس ہے‘‘۔

۸۔ ’’اس سلسلے میں ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ جن حضرات نے قبضہ بھر داڑھی کو سنت کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ داڑھی میں قبضہ اگرچہ واجب ہے مگر اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے عید کی نماز کو باوجود واجب ہونے کے اسی بناء پر سنت کہا ہے اس دلیل میں سخت مغالطہ آفرینی کی گئی ہے نماز عید کا معاملہ یہ ہے کہ نماز عید کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں نماز عید کو واجب کہا ہے اور ایک میں سنت۔ بعض فقہاء مثلاً صاحب ھدایہ نے واجب کے قول کو ترجیح دی ہے اور سنت کے قول کی تاویل کی ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔ سو اگر داڑھی میں قبضہ کے متعلق بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دو قول ہوتے ایک ’’وجوب کا‘‘ دوسرا ’’سنت کا‘‘ تو یہ بات درست ہوتی۔

براہ کرم ان اعتراضات کے جواب لکھ کر ہماری علمی الجھن کو دفع فرمائیں۔ اور خوب خوب ثواب پائیں۔

سائل: محمد مبشر عباس عطاری

متعلم جامعۃ المدینہ درجہ سابعہ۔گلستان جوہر کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون العلام الوھاب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الحمد للّٰہ الذی زین الرجال باللحی والنساء بالقرون والذوائب والصلوۃوالسلام علی سیدالمرسلین الذی کان فخمامفخمایتلالوووجھۂ تلالوالقمرلیلۃالبدرازھراللون واسع الجبین کث اللحیۃ و علی الہ و اصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین۔ اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی ھی

علمائے اہلسنت کے نزدیک ایک مشت داڑھی رکھنا واجب اور ایک مشت سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے علمائے اہلسنت میں سے سوائے زید صاحب کے کسی سے اس کا انکار مسموع بھی نہیں ہے ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ ہم اسلاف کرام کی معتمد علیہ کتب سے زید صاحب کا رد بھی پیش کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے دلائل بھی رقم کریں گے۔

زید نے قبضہ کے وجوب کے قائلین کے دلائل کا جائزہ لیتے ہوئے انکے دلائل کا رد بھی کیا اب ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ ہم انکی عبارت کو مع انکے دلائل بالترتیب من وعن نقل کر کے انکا رد بھی لکھتے جائیں گے اور یہی رد ہمارے مو قف پر داڑھی میں ایک مشت قبضے کے وجوب کے دلائل بھی ہونگے

زید صاحب کا اعتراض نمبر ۱

”بعض علماء کہتے ہیں حضرت ابن عمر اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہما نے قبضے کے بعد داڑھی کاٹی ان کا یہ فعل اس بات کا بیان ہے کہ داڑھی کا بڑھانا قبضہ تک واجب ہے یہ قول درست نہیں صحابہ کرام کے افعال سے کسی چیز کا وجوب کیسے ثابت ہوگا جبکہ نبی کریم ﷺ کے بھی صرف اقوال موجب ہیں اور آپ ﷺ کے صرف انہی افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے جو مجمل کتاب کا بیان ہو اور باقی افعال میں اختلاف ہے اور جمہور کا

قول اور مختار یہ ہے کہ آپ ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم ابھی توضیح وتلویح اور نور الانوار کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں ثانیا ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے قبضے کے بعد داڑھی کاٹی (بعض روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مطلقاً داڑھی کاٹنے کا ذکر ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) ان کے اس فعل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو داڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا انکے نزدیک وہ حکم وجوب کے لئے نہیں تھا اگر ان کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لئے ہوتا اور داڑھی بڑھانا واجب ہوتا تو وہ اپنی داڑھیوں کو ہرگز نہ کاٹتے''۔!

مذکورہ بالا عبارت میں زید صاحب نے قبضہ کی دلیل کا رد تین وجوہ سے کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں

(الف) صحابہ کرام کے افعال سے کوئی وجوب ثابت نہیں ہوتا اس لیے ان کے عمل سے ایک مشت داڑھی کا وجوب ثابت نہ ہوگا

(ب) سرکار دو عالم ﷺ کے انہی افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے جو مجمل کتاب کا بیان ہو اور باقی میں اختلاف ہے

(ج) حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو داڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا وہ حکم وجوب کے لیے ہوتا تو وہ ہرگز اپنی داڑھیوں کو نہ کاٹتے''

ان تینوں اعتراضات کا رد حسب ذیل ہے

الجواب (الف)

اہلسنت کے نزدیک صحابہ کرام علیھم الرضوان کی تقلید واجب ہے کیونکہ یہ وہ مقدس اشخاص ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیضاب ہوئے انھوں نے جو کچھ سیکھا اور سمجھا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے افعال اور اقوال وتقریر ہی سے سیکھا اور سمجھا ہے اور اگر یہ لوگ اپنے اجتہاد سے بھی کوئی مسئلہ اخذ کریں تو انھی کی رائے سب سے درست ہے انہیں کا اجتہاد اصوب ہے جیسا کہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۷ھ فرماتے ہیں

تقليد الصحابى يجب اجماعًا فيما شاع فسكتوا مسلمين

ترجمہ: صحابی کی تقلید اجماعی طور پر واجب ہے اس معاملہ میں جو مشہور ہو گیا ہو اور وہ اسے تسلیم کرتے ہوئے خاموش ہو گئے ہوں

پھر اس قول کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

فرأيهم اصوب لانهم شاهدوا موارد النصوص و لتقدمهم فى الدين و بركة صحبة النبى ﷺ و كونهم خير القرون

﴿توضیح والتلویح صفحہ ۴۴۷ نور محمد اصح المطابع﴾

ترجمہ : پس ان کی رائے صحیح ترین ہے کیونکہ انھوں نے نصوص کے وارد ہونے کے محل کو دیکھا اور ان کے اسلام میں پہل کیوجہ سے اور حضور اکرم ﷺ کی صحبت کی برکت کے سبب اور انکے بہترین زمانے والے ہونے کے سبب سے

امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی المتوفی ۴۸۲ھ فرماتے ہیں

قال ابو سعيد البردعى تقليد الصحابى واجب يترك به القياس قال و على هذا ادركنا مشايخنا

﴿اصول بزدوی مطبوعہ میر محمد کتب خانہ صفحہ ۲۳۴﴾

ترجمہ: ابوسعید فرماتے ہیں صحابی کی تقلید واجب ہے اور قیاس کو اس کے مقابلہ میں چھوڑ دیا جائے گا اور فرمایا اسی پر ہم نے اپنے مشائخ کو پایا۔

البتہ بعض علماء نے اختلاف کیا اور کہا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی انہی معاملات میں تقلید کی جائے گی جو کہ غیر قیاسی ہوں جیسا کہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود امام کرخی کا قول نقل فرماتے ہیں

عند الكرخى يجب فيما لا يدرك بالقياس

ترجمہ : امام کرخی کے نزدیک ایسے معاملات جو قیاس سے نہیں جانے جاتے ان میں تقلید واجب ہے۔

بہر حال اھلسنت و جماعت خصوصًا احناف کے نزدیک صحابہ کرام کی تقلید ایسے مسائل میں اجماعًا واجب ہے جنہیں قیاس کے ذریعے جانا نہ جاسکے مقدار بھی انہیں معاملات میں سے ہے جسے رائے کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا

فان التقديرات مما لا يهتدى اليه الرأى

﴿فواتح الرحموت جلد دوم صفحہ ۱۸۷﴾

ترجمہ : مقداریں ان اشیاء میں سے ہے جنکی طرف رائے کو عمل دخل نہیں۔

داڑھی شریف کا کم یا زیادہ یا ایک مشت ہونے کا تعلق بھی مقدار سے ہے یہ بھی ایسا ہی معاملہ ہے جسے رائے سے معلوم نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اگر داڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹا تو یقیناً سرکارِ دوعالم ﷺ سے ہی سیکھا ہوگا اسی طرح وہ واقعہ بھی اسی پر دال ہے کہ جسے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں بیان فرمایا اور خود زید صاحب نے بڑی داڑھی کی مقدار میں فقہائے احناف کا نظریہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی کے حوالہ سے لکھا ہے اور وہ روایت درج ذیل ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص نے داڑھی کو چھوڑا ہوا ہے آپ نے اس کی داڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ پھر کہا کہ اس کے ہاتھ کے نیچے جو داڑھی ہے اسکو کاٹ دو پھر فرمایا! جاؤ۔ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو تم میں سے کوئی اپنے آپ کو اسطرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو!

اس روایت سے تو قول صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ثابت ہو گیا ہے اور وہ بھی مقدار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم کتنا واضح ہے کہ "اس کے ہاتھ کے نیچے جو داڑھی ہو کاٹ دو" یعنی قبضہ کے بعد! اور قبضہ مقدار شرعی ہے فان التقدیرات مما لا یھتد ی الیہ الرأی یعنی مقداریں ان اشیاء میں سے ہے جن کی طرف رائے کو عمل دخل نہیں۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ قبضہ کے بعد کاٹنا نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کیونکہ

مذہب الصحابی دلیل الدلیل

﴿فواتح الرحموت﴾

ترجمہ : صحابی کا مذہب دلیل الدلیل ہے۔

پھر مزید یہ کہ ابن عمر ابو ہریرہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم نے یہ افعال لوگوں کے سامنے کیے مگر کسی نے انکار نہ کیا یعنی اجماع سکوتی ہوا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دیکھنے والوں کے نزدیک (جن میں صحابہ اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے) یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی اسکے بارے میں تو علامہ عبدالعلی نے فرمایا ہے

وذلک ان وجوب التقلید و کون مذہبه فی حکم المرفوع (لانه لا بد من حجة نقلیة) لان الفتوی و العمل من غیر حجة شرعیة حرام والصحابة بریئون عنه بعدالتهم فالحجة عقلیة او نقلیة والاول منتفٍ بالفرض فتعین الثانی فله حکم الرفع فمذهبه دلیل الدلیل ۔

ترجمہ :اور یہ کہ تقلید کا واجب ہونا اور اسکا مذہب ہونا مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ اسکا (تقلید) حجۃ نقلیہ ہونا ضروری ہے کیونکہ فتویٰ دینا اور عمل کرنا بغیر دلیل شرعی کے حرام ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی عدالت کی بدولت اس سے بری ہیں پس حجت عقلی ہے یا پھر نقلیہ بالفرض پہلی کی نفی ہوتو دوسری متعین ہوگئی پس اسکے لئے مرفوع کا حکم ہے پس صحابی کا مذہب دلیل الدلیل ہے۔

پھر چند سطور کے بعد صحابہ کرام کی تقلید کے بارے میں مزید فرماتے ہیں

فلا یجوز لنا ترک التقلید ۔

ترجمہ: پس ہمارے لیئے صحابی کی تقلید کو چھوڑ نا جائز نہیں

﴿ہذا کله من فواتح الرحموت ص ۱۸۸۔۱۸۷﴾

شاید زید صاحب نے وجوب تقلید الصحابہ میں غور نہیں کیا یا تجاہل عارفانہ برتا ہے ورنہ علماء کرام کی بات کا جواب یوں نہ دیتے کہ صحابی کے عمل سے کوئی وجوب ثابت نہیں ہوسکتا حالانکہ اس بات کو تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور علماء کرام کا یہ کہنا کہ ”ان کا یہ فعل اس بات کا بیان ہے کہ داڑھی کو قبضہ تک بڑھانا واجب ہے“ ہرگز بھی اس بات کا متقاضی نہیں کہ صحابی کا عمل مثبت وجوب ہے بلکہ اس سے علماء کرام کی مراد یہ ہے کہ وجوب تو مصطفیٰ ﷺ کے حکم اعفوا اللحی یعنی داڑھیوں کو معاف (چھوڑے) رکھو سے ثابت ہے مگر یہ حکم مجمل ہے اور صحابی کا عمل اس اجمال کی تفسیر ہے اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نہ صرف فتوی بلکہ اس فتوے کو نافذ کر دینا بھی اسی اجمال کی تفسیر ہے نہ کہ مثبت وجوب جیسا کہ ہم نے فواتح الرحموت کے حوالے سے لکھا ہے کہ صحابہ کا مذہب حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ بغیر حجت شرعیہ کے فتوی دینا یا عمل کرنا حرام ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اس سے بری

ہیں بالفرض اگر کوئی اس تمام بحث کے باوجود بھی ہٹ دھرمی کرتا رہے تو ہم اس کی توجہ ان احادیث کی طرف دلاتے ہیں جنہیں اصولین نے وجوبِ تقلیدِ صحابہ کہ باب میں بیان کیا ہے۔

صدرالشریعۃ رحمہ اللہ نے وجوبِ تقلیدِ صحابہ میں انھیں دو احادیث کو پیش کیا ہے۔

عند اهل السنة و (عند ابی سعید البروعی رحمه الله يجب لقوله عليه السلام اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم واقتدوا بالّذين من بعدی) تمام الحديث عن ابی بكر و عمر۔

﴿توضیح ص ۴۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع﴾

اسی طرح فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی رحمہ اللہ نے انھیں دو احادیث کو ذکر کر کے وجوبِ تقلیدِ صحابہ پر استدلال کیا اور اسکی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا

ان العمل برأيهم لوجهين احدهما احتمال السماع و التوقيف و ذلک اصل فيهم مقدم على الرأى وقد كانوا يسكتون عن الاسناد ولاحتمال فضل اصابتهم فى الرأى فكان هذا الطريق هو النهاية فى العمل بالسنة ليكون السنة بجميع وجوهها و شبهها مقدما على القياس

﴿اصول بزدوی ص ۲۳۶﴾

ترجمہ : ان کی رائے پر عمل کرنے کی دو وجہیں ہیں ان دونوں میں سے ایک سننے اور واقف ہونے کا احتمال ہے اور یہ اصل ہے ان میں اور رائے پر مقدم ہے۔ اور وہ بہت زیادہ اسناد کرنے سے خاموش رہے اور ان کی رائے کی درستی کی زیادتی کیوجہ سے۔ اور یہ طریقہ سنت پر عمل کرنے میں انتہا کا درجہ رکھتا ہے تا کہ سنت اپنی وجوہ اور شبہات کی بنا پر قیاس پر مقدم ہو۔

اگر چہ کہ وجوب تقلید صحابہ کرام علیھم الرضوان پر احادیثِ کثیرہ دال ہیں مگر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں حق قبول کرنیوالوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

جزء (ب)

''سرکار دوعالم ﷺ کے انھیں افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے جو مجمل کتاب کا بیان اور باقی میں اختلاف ہے۔''

الجواب :

زید صاحب کی یہ بات تو درست ہے کہ ہم احناف کی اکثریت کے نزدیک سرکار دوعالم ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا مگر زید نے اس مقام پر اس قاعدہ کو لکھ کر غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کیونکہ یہ اس کا محل نہیں ہے اسکا محل تو وُہ ہے کہ جب مطلقاً عمل کی بات ہو۔جیسے سرکار ﷺ سے کسی موقع پر کوئی عمل ظاہر ہوا مگر صحابہ کرام کو اس کا حکم نہ فرمایا ہو تو احناف کہتے ہیں کہ اس عمل سے امت پر وہ کام واجب نہ ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک صرف وُہ عمل موجب نہیں ہے جبکہ شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔اس کے برعکس داڑھی شریف کے مسئلے میں معاملہ مطلقاً فعل کا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ واعفوا اللحی (داڑھیاں بڑھاؤ) کا امر ملا ہوا ہے لہذا یہاں پر معاملہ ہی مختلف ہے ان شاء اللہ اس کی تفصیل اعتراض (۵) میں آئے گی۔

جزء (ج)

''حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو داڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا وُہ حکم وجوب کے لئے نہ تھا اگر وجوب کے لیے ہوتا تو وُہ ہرگز اپنی داڑھیوں کو نہ کاٹتے۔''

الجواب

زید صاحب نے وضاحت نہیں کی کہ عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے اس حکم کا محل کیا تھا؟ اگر بیان کر دیتے تو وضاحت ہو جاتی بہر حال انکے اس قول سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم انکے نزدیک وجوب کے علاوہ امر کی بقیہ اقسام میں کسی ایک کے لیے ہوگا اور قرین قیاس استحباب یا ندب کے لئے ہوگا اگر ان کی یہ بات مان لی جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟ کہ جسمیں اس بات کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ عموماً اپنی داڑھی مبارک سے طول اور عرض میں کم کر دیتے تھے

ان النبی ﷺ کان یاخذ من لحیته من عرضها وطولها یعنی ﷺ اپنی داڑھی مبارک میں سے طول عرض سے کم فرما دیا کرتے تھے۔(جامع ترمذی نور محمد صفحہ ۳۹۴) اسی طرح اس

حدیث کا کیا مطلب ہوگا؟ کہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو داڑھی کم کرنے کا حکم دیا اسی طرح اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہوگا؟ جسمیں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بے تحاشہ لمبے بال ہونیکی وجہ سے اسکے اس عمل کو بدصورت قرار دیا اور اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اپنی داڑھی اور سر کے بالوں کو کاٹ کر کم کرو۔ پہلی حدیث کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ داڑھی مبارک کو کم کر لینا آپ ﷺ کی عادتِ طیبہ تھی کیونکہ اس میں صیغہ ماضی استمراری استعمال ہوا ہے جو کہ قرینہ کے اعتبار سے عادت پر دلالت کر رہا ہے۔ سرکار ﷺ کی عادت مبارکہ، حدیث ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور بے تحاشہ بڑھے ہوئے بالوں والے شخص کی احادیث اشارہ کر رہی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے جو **اعفوا اللحیٰ** داڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا اسے خود اپنے عمل اور قول سے منسوخ کر دیا یا پھر بیان جواز کے لیے ہے۔

مگر یہ دونوں وجہیں ہمیں تسلیم نہیں۔ دوسری وجہ تو اس لیئے تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ یہ عادت کے خلاف کہ کوئی عقل مند باعمل انسان اپنے پیروکاروں کو کسی اچھائی کی ترغیب دلا کر خود ہی اسکی مخالفت کرے چہ جائیکہ سرور کائنات ﷺ کیونکہ داڑھی بڑھانے کی مخالفت داڑھی کم کرنا ہے اور یہ بات حضور ﷺ کے شان کے لائق نہیں آپ ﷺ خود کسی اچھائی کا حکم کریں پھر خود ہی اسکی مخالفت کریں لہٰذا داڑھی کا کم کرنا بیان جواز پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بیان جواز کے لیے ایک یا دو مرتبہ کا عمل کافی ہے۔ مگر یہاں معاملہ ایک دو مرتبہ کا نہیں بلکہ عادت کا ہے چنانچہ یہ بیان جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ہم اسے منسوخ بھی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اسے منسوخ مان لیا جائے تو داڑھی کا لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا جیسا کہ صاحب نھایہ نے اسکا قول کیا ہے اگر صاحب نھایہ کا قول داڑھی بڑھانے کے حکم کے منسوخ ہونے کے متعلق درست مان لیا جائے تو داڑھی کا ایک مشت سے زیادہ بڑھانا اصولی اعتبار سے درست نہ ہوگا جیسا کہ علامہ حافظ الدین نسفی فرماتے ہیں:

واذا عدمت صفة الوجوب للماموربه لاتبقى صفة الجواز عندنا

﴿کشف الاسرار ص۷۹﴾

ترجمہ :- اور اگر مامور بہ کے لیئے صفت وجوب معدوم ہو جائے تو ہمارے نزدیک صفت جواز باقی نہیں رہتی۔

فقہائے احناف بھی اسے منسوخ نہیں مانتے۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام فرماتے

ہیں

فاقل ما فی الباب ان لم یحمل علی النسخ کما ھو اصلنا فی عمل الراوی خلاف مرویه فیقع بذلک الجمع بین الروایات۔

﴿فتح القدیر صفحہ ۲۷۰﴾

ترجمہ:- پس اس باب میں اقل یہ ہے کہ اسے نسخ پر محمول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ یہ ہمارا قاعدہ ہے راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنے میں پس اس سے روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اسی قول کی مطابعت کرتے ہوئے صاحب البحر الرائق وعلامہ شلبی اور حسن بن عمار اور دیگر فقہائے کرام نے نسخ کی ممانعت کی ہے مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر واعفوا اللحی کے حکم کو استحباب یا ندب پر محمول نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے وجوب پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ فقہائے کرام نے کیا ہے ورنہ صاحب فتح القدیر اور دیگر فقہائے کرام کا ان کی پیروی میں دونوں قسم کی احادیث میں اس انداز میں تطبیق دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ زید صاحب کا بغیر دلیل یہ کہنا کہ عبداللہ ابن عمر اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لیے نہ تھا، درست نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین سرکار دوعالم ﷺ کے حکم کو وجوب پر محمول فرماتے تھے جیسا کہ امام ابوبکر محمد بن سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان الصحابة امتثلوا امر رسول اللّٰه ﷺ کما سمعوا منه صیغة الامر من غیر ان اشتغلوا بطلب دلیل آخر للعمل ولو لم یکن موجب ھذه الصیغة معلوماً بھا لا شتغلوا بطلب دلیل آخر للعمل ولا یقال انما عرفوا ذلک بماشاھدوا من الاحوال لا بصیغة الامر لان من کان غائبا منھم عن مجلسه اشتغل به کما بلغه صیغة الامر حسب ما اشتغل به من کان حاضرا و مشاھدة الحال لاتوجد فی حق من کان غائبا۔

﴿اصول سرخسی صفحہ ۱۶﴾

ترجمہ: بے شک صحابہ کرام جیسے ہی نبی اکرم ﷺ سے امر کا صیغہ سنتے تو دوسری کسی دلیل کی

تلاش میں مشغول ہوئے بغیر ہی پیروی میں لگ جاتے۔اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اگر امر کا صیغہ وجوب کے لیے نہ ہوتا تو وہ ضرور کسی دوسری دلیل کی تلاش میں لگ جاتے۔یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صحابہ کرام تو قرائن کے مشاہدہ کی وجہ سے اس حکم کے وجوب کو سمجھتے تھے نہ کہ صیغہ امر سے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں نہ ہوتے تھے جب انھیں بھی صیغہ امر کے ذریعے سے کوئی خبر پہنچتی تو وہ اس پر اسی طرح عمل کرنے میں مشغول ہو جاتے جس طرح سے وہ لوگ کہ جو اس مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ حالانکہ مشاہدہ حال ان لوگوں کے حق میں نہیں پایا جاتا تھا جو کہ اس مبارک مجلس میں حاضر نہ ہوتے تھے۔

زید صاحب کو یہ مغالطہ غالبًا اسلئے ہوا ہے کہ راوی نے اپنی روایت کے خلاف عمل کیا ہے۔شاید اسی لیے انھوں نے کہہ دیا کہ داڑھی کے بڑھانے کا حکم وجوب کے لیئے نہ تھا اگر وجوب کے لیئے ہوتا تو حضرت ابن عمر اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہما اپنی مرویات کے خلاف عمل نہ کرتے۔ زید صاحب کو چاہیئے کہ اصول فقہ کی کتابوں سے رجوع کریں البتہ ہم اپنے مدعا کے اثبات کے لیئے اپنے مؤقف پر حوالہ پیش کر دیتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ واعفوا اللحی والی حدیث شریف مجمل ہے اور حدیث مجمل حجت نہیں بنتی جب تک کہ اس کا بیان نہ ہو جیسا کہ علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری رحمہ اللہ نے لکھا

" الخبر ليس حجة فى نفسه لاجماله وانما يحتمل الحجية بالبيان والراوى قد بين فيقبل "۔

ترجمہ :خبر اپنی ذات میں اپنے اجمال کی وجہ سے حجت نہیں۔بلکہ خبر بیان کے ساتھ حجت بننے کا احتمال رکھتی ہے۔اور تحقیق راوی نے اسے بیان کر دیا پس اسے قبول کر لیا جائے گا۔

چند سطور بعد اس اصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

" (والحنفية والحنابلة) يعملون (على ماحمل) ذلك الصحابى الراوى (لان ترك الظاهر بلا موجب حرام واذ هو عادل لا سيما اذا كان ممن اسلم قبل الفتح و دخل البيعة (فلا يتركه الا بدليل قطعا) و هذا الدليل اما السمع او القرينة المعاينة وكلاهما موجبان ان

المعمول علیه مراد الله و رسوله فیجب اتباعه "۔

ترجمہ : حنفی اور حنبلی اسی پر محمول کرتے ہیں کہ جس پر روایت کرنے والے صحابی نے محمول کیا ہو(کیونکہ ظاہر کو بلا موجب کے ترک کرنا حرام ہے) اور صحابی تو عادل ہے۔ خاص طور پر جب وہ ان میں سے ہو جس نے فتح سے قبل اسلام قبول کیا اور بیعت میں شامل ہوئے (پس وہ صحابی اسے دلیل قطعی کے بغیر نہیں چھوڑے گا) اور یہ دلیل یا تو سمع سے ہے یا قرینہ معاینہ سے ہے اور یہ دونوں ثابت کرنے والی دلیلیں ہیں کہ بے شک جس پر عمل کیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی مراد ہیں پس اس کی اتباع واجب ہے۔

ہم نے اعتراض (ا) کے جز الف میں اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ ایک مشت مقدار شرعی ہے جسے رائے کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن عمر اور حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہما کا ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹنا یا تو سرکار دو عالم ﷺ سے سُن کر ہوگا یا پھر دیکھ کر ہوگا پس انکی اتباع کرنا واجب ہے۔

اعتراض (۲)

" بعض علماء "واعفوا اللحی" میں امر کے صیغے سے استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے لیئے ہوتا ہے لہٰذا داڑھی بڑھانا واجب ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ امر وجوب کے لیئے اسوقت ہوتا ہے جب اسکے خلاف قرینہ صارفہ نہ ہو یہاں ایک سے زائد قرائن ہیں امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو داڑھی کاٹنے کا حکم دیا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے طولاً عرضاً داڑھی کاٹ کر کم کرنے کو روایت کیا اور اس حدیث سے ہمارے فقہاء (مثلاً صاحب نہایہ، علامہ عینی، علامہ ابن ھمام رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ) نے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر، حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہما اور فقہاء تابعین کے داڑھی کاٹ کر کم کرنے کے واقعات ہیں جنکو ہم نے شروع میں بحوالہ بیان کردیا ہے۔"

الجواب

مذکورہ عبارت میں زید صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل (داڑھی کاٹنا اور داڑھی کاٹنے کے حکم دینے) اور ابن عمر اور ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما کے عمل کو قرینہ صارفہ قرار دیتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ امر وجوب کے لیے نہ تھا۔ جہاں تک عبد اللہ ابن عمر اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہما کے عمل کو داڑھی بڑھانے کے حکم کو وجوب سے

پھیرنے کے لیئے قرینہ صارفہ بنانے کا تعلق ہے اس کا جواب تو ہم پہلے دے چکے ہیں کہ یہ حکم مجمل تھا اور انکے فعل سے اس اجمال کی تفسیر ہوئی ہے نہ کہ تنسیخ اور نبی اکرم ﷺ کے قول اور عمل کے بارے میں بھی ہمارا یہی جواب ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے اس اجمال کی تفسیر بیان کی ہے اصول فقہ کے اعتبار سے یہ جواب بالکل درست ہے کیونکہ مجمل سے مراد وہ لفظ ہے کہ جس سے نفسِ معانی میں اشتباہ پیدا ہوجائے اور اسکی وضاحت کے لیئے بیان کی ضرورت پیش آئے جیسا کہ حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

واما المجمل فما اذدحمت فيه المعانى اشتبه المراد به اشتباها لا يدرك بنفس العبارة بل بالرجوع الى الاستفسار "۔

﴿کشف الاسرار جلد ا ص ۱۵۰ مطبوعہ الصدف پبلشرز کراچی﴾

ترجمہ : اور مجمل وہ ہے جس میں معانی جمع ہوجائیں اور جس سے مراد ایسی مشتبہ ہوجائے کہ نفس عبارت سے اسے نہ جانا جاسکے بلکہ استفسار سے رجوع کر کے جانا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کے فعل اور قول سے قرآن مجید کے اجمال کی تفسیر بیان کیجاتی ہے یہ ہم بھی مانتے ہیں اور زید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں مگر زید صاحب نبی کریم ﷺ کی فعلی تفسیر کو صرف کتاب اللہ کے ساتھ خاص مانتے ہیں مگر زید صاحب کا یہ مؤقف درست نہیں ہے کیونکہ تمام فقہائے احناف کے نزدیک جس طرح نبی کریم ﷺ کے اقوال اور افعال سے قرآن کے اجمال کی تفسیر ہیں اسی طرح سنت کے اجمال کی بھی تفسیر ہیں۔

جیسا کہ امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ثم يلحق البيان بالسنة

﴿اصول بزدوی ص ۲۵۹﴾

ترجمہ: پھر سنت کے ساتھ بیان کو ملحق کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا "صلوا کمارأیتمونی اصلی" یعنی جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو اسطرح نماز پڑھو۔ اور ایسے ہی فرمایا" **خذوا عنى مناسككم** یعنی تم مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ان دو احادیث کو نقل کرنیکے بعد فرماتے ہیں

ففى هذا تنصيص على ان فعله مبين لهم و لان البيان

عبارة عن اظهار المراد فربما يكون ذلك بالفعل ابلغ منه بالقول الا ترى انه امر اصحابه بالحلق عام الحد يبية فلم يفعلوا ثم رأوه حلق بنفسه حلقوا فى الحال فعرفنا ان اظهار المراد يحصل بالفعل كما يحصل بالقول

﴿اصول سرخسی ص ۲۷ ج دوم﴾

ترجمہ : پس اس میں اس بات پر تنصیص ہے کہ سرکار ﷺ کا فعل بھی مبین یعنی بیان کرنے والا ہے۔ کیونکہ بیان مراد کو ظاہر کرنے سے عبارت ہے۔ پس کبھی تو یہ فعل سے ہوتا ہے اور کبھی قول سے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے سال صحابہ کو حلق کا حکم فرمایا تو انھوں نے حلق نہیں کیا پھر جب انھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے بنفس نفیس حلق فرمایا تو انھوں نے اسی وقت حلق کیا۔ پس ہم نے جانا کہ جس طرح قول سے مراد ظاہر ہوتی ہے اسی طرح فعل سے بھی مراد کا اظہار ہوتا ہے۔

اسی طرح امام ابن ھمام رحمہ اللہ نے امام ابوداؤد سے مروی حدیث شریف "**مفتاح الصلوة الطهور و تحريمها التكبير و تحليلها التسليم**" نماز کی کنجی طہارت ہے اور اسکی تحریم تکبیر ہے اور اسکی تحلیل سلام ہے کو مجمل فرمایا اور سرکار ﷺ کے فعل کو بیان قرار دیا آپ فرماتے ہیں

" هل الصلوة هذه فقط او معها امور اُخرى وقع البيان فى ذلك كله بفعله۔ "

﴿فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹﴾

ترجمہ : کیا نماز صرف یہی ہے یا اور امور بھی اس میں شامل ہیں اس تمام کا بیان سرکار ﷺ کے فعل سے ہوا۔

ایسے ہی داڑھی شریف کا معاملہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا مگر داڑھی کے بڑھانے میں اجمال پایا جاتا ہے آیا کہ ایک مشت بڑھائی جائے، دو مشت بڑھائی جائے یا اس سے زیادہ۔ تو سرکارِ دو جہاں ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے اس کو بیان فرما دیا کہ داڑھی کا بڑھانا اس حد تک ہے کہ وُہ سینے کے بالائی

حصے کو بھر دے اور اسکی مقدار کا اندازہ حضرتِ عبداللہ ابن عمر اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہما کے فعل اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول وعمل سے ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے مدعا کو فقہ حنفی کی معتبر کتب سے ثابت کر دیا ہے اب زید صاحب کی مرضی ہے کہ اسے نسخ پر محمول کریں یا بیان جواز پر۔ ہاں البتہ اتنا ضرور مشورہ دیں گے کہ زید صاحب کو چاہیے کہ کچھ اصول فقہ کی کتب کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائیں۔

اعتراض (۳)

” بعض علماء نے مجھ سے کہا کہ داڑھی بڑھانے کے متعلق بکثرت احادیث ہیں اور داڑھی کاٹنے کے بارے اتنی کثیر احادیث نہیں ہیں۔ میں نے کہا کسی مطلوب کے اثبات کے لیئے حدیث کا صحیح اور قوی سند کے ساتھ مروی ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ شافعی کہہ سکتے ہیں کہ اثباتِ رفع یدین اور اثبات فاتحہ خلف الامام کے متعلق اسی طرح کندھوں تک ہاتھ اٹھانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق جتنی کثیر روایات ہیں اتنی روایات ترک رفع یدین اور ترک فاتحہ خلف الامام کاندھوں تک ہاتھ اُٹھانے اور ناف پر ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہیں“۔

الجواب

زید صاحب نے یا تو علماء کرام کی بات کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا پھر اصل جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے خود ایک سوال وارد کر دیا حالانکہ علماء کرام کی اس سے مراد یہ ہے کہ چونکہ داڑھی بڑھانے سے متعلق احادیث تغیر لفظی کے ساتھ کثرت روایات کے سبب حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں لھذا وہ معناً حدیث متواتر ہے۔ چنانچہ بیس (۲۰) کتب مشہورہ نے کچھ تغیر لفظی کے ساتھ مختلف اسانید سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1	مسلم شریف	2	موطاء امام مالک	3	مسند امام اعظم	4	مسند امام احمد ابن حنبل
5	بخاری شریف	6	ابوداؤد شریف	7	ترمذی شریف	8	نسائی شریف

8	ابن ماجه	10	طحاوی شریف	11	ابن عدی کامل	12	طبرانی اوسط
13	بیهقی فی شعب الایمان	14	ضیاء صحیحه	15	ابو نعیم فی الحلیه	16	طبرانی اوسط
17	خطیب بغدادی	18	ابن سعد	19	الجامع الرضوی	29	جامع صغیر
21	مصنف ابن ابی شیبه	22	کنز العمال	23	مجمع الزوائد		

ان کتب کے اخراج نے اس حدیث کو متواتر معنوی بنادیا چنانچہ تدریب الراوی صفحہ نمبر ۳۷۳ پر ہے

"کون التواتر وجود کثیرة فی الاحادیث ان الکتب المشهورة المتداولة بایدی اهل العلم شرقا غربا اذا اجتمعت الی اخراج حدیث و تعددت طرقه تعددا تحیل عادة تواطئهم علی الکذب "

﴿تدریب الراوی صفحہ نمبر ۳۷۳﴾

ترجمہ : تواتر سے مراد اس کا وجود کثیر احادیث میں پایا جائے وہ اسطرح سے کہ کتب مشہورہ جو کہ اہل علم کے درمیان شرقاً وغرباً متداول ہیں اس حدیث کی تخریج پر متفق ہوں اور ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو۔

اور اسکے برعکس داڑھی کاٹنے کے متعلق احادیث اس درجے کو نہیں پہنچیں لہٰذا وہ خبر واحد ہوئیں اور ان میں تعارض پایا جائے تو حتی الامکان تطبیق دینے کی کوشش کی جائے گی ورنہ خبر واحد کو ترک کر دیا جائیگا۔ چونکہ داڑھی سے متعلق واردشدہ خبر متواتر اور خبر واحد میں مطابقت ممکن ہے وہ یوں کہ حدیث متواتر کو مجمل اور خبر واحد کو اس کا بیان مانا جائے اس طریقے سے دونوں میں مطابقت پیدا ہو جائے گی اور تعارض دور ہو جائے گا اور داڑھی کا وجوب ثابت ہو جائے گا۔ اس کے برعکس اگر زید صاحب کے موقف کو درست تسلیم کیا جائے تو خبر واحد سے خبر متواتر کا نسخ لازم آئے گا جو اصولین کے نزدیک جائز نہیں ہے جہاں تک ان کے التزامی جواب کا تعلق ہے تو اسکے بارے میں اتنا

ہی کہہ دینا کافی ہے کہ زید صاحب اپنی اسی کتاب کو بھول چکے ہوں تو پھر سے مطالعہ کرلیں۔

عوام اھلسنت کو اس کے جواب سے آگاہ کرنے کے لیئے مجدد دین وملت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی " **فقه الفقيه** " سے مختصراً عرض کردیتے ہیں فقیہہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث شریف لکھ کر اس کی پوری پوری تحقیق کی اور آخر میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے والی حدیثوں کا جائزہ لیکر فرمایا۔

" تو ثابت ہوا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے" لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے کثرت طرق فائدہ نہیں دینگے۔

﴿فقہ الفقیہہ﴾

اسی طرح کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق بحث کرنے کے بعد فرمایا

" اس سے معلوم ہوا کہ جن روایتوں میں مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا آیا ہے وہ عذر سردی سے تھا یا یہ کہ مونڈھوں کے برابر ہاتھ ہوں اور دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہوں۔" یہاں پر مطابقت پائی گئی ہے

﴿فقہ الفقیہہ﴾

لہٰذا تعدد طرق ہمارے لیئے نقصان دہ نہیں ہے

اور قرأت خلف الامام کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید کی آیت طیبہ "**اذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون** " سے استدلال کرنے کے بعد فرمایا کہ

"معلوم ہوا کہ مقتدی فاتحہ خلف الامام نہ پڑھے یہی صحیح ہے۔ قرأت خلف الامام کے متعلق وارد ہونے والی احادیث کو تعدد طرق کے باوجود چھوڑ دیا جائیگا۔ کیونکہ کتاب اللہ کے اطلاق کے خلاف ہے۔"

﴿فقہ الفقیہہ ص ۱۲۸،۱۲۹﴾

اسی طرح رفع یدین کا تحقیقی رد کرنے بعد فرمایا کہ

"امام طحاوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ بجز تکبیر تحریمہ کے وہ رفع

یدین نہیں کرتے تھے اسی طرح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
الحاصل خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم سے بھی رفع یدین بسند صحیح ثابت نہیں اگر یہ فعل سنت ہوتا تو خلفائے اربعہ کا اس پر ضرور عمل ہوتا معلوم ہوا کہ سنت نہیں یہاں پر تعدد طرق ہمارے لیئے نقصان دہ نہیں کیونکہ یہ منسوخ ہے۔'' (فقہ الفقیہہ ص ۱۳۷)

الحمدللہ ہم نے زید صاحب کے التزامی سوال کا جواب مجدد دین وملت امام اہلسنت اعلیٰحضرت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان (خذل اللہ عدوہ و ھدی حاسدہ) کے مقدس خلیفہ فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف کوٹلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کر دیا مگر ہماری طرف سے پیش کردہ دلیل کاردان کے ذمہ قرض رہے گا۔

اعتراض نمبر (۴)

''بعض علماء نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''داڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو' اور مجوس کی مخالفت واجب ہے اسلئے داڑھی بڑھانا واجب ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ قرائنِ صارفہ کو دیکھے بغیر اگر محض مخالفت کے حکم سے داڑھی بڑھانا واجب ہوسکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ داڑھی رنگو اور یہود کی مخالفت کرو تو اس حدیث سے داڑھی کا رنگنا واجب ہوگا اور جب دیگر قرائن کی بناء پر داڑھی کا رنگنا واجب نہیں ہے تو اسی طرح متعدد قرائن کی بناء پر داڑھی کا بڑھانا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ اگر داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا تو کاٹنا اولاً جائز نہ ہوتا حالانکہ ہم کاٹ کر کم کرنے کے جواز کو بالدلائل بیان کر چکے ہیں'۔

الجواب

مذکورہ بالا عبارت میں زید صاحب نے داڑھی کو کاٹ کر کم کرنے کو داڑھی کے ایک مشت وجوب کے رد کے لیے قرینہ صارفہ قرار دیا ہے ہم اسکا جواب اعتراض نمبر ا کے جز والف اور ج (جیم) اور اسی طرح اعتراض نمبر ۲ کے جواب میں تفصیلی طور پر لکھ چکے ہیں یہاں اسکے مزید اعادہ کی ضرورت نہیں مگر ایک مسلمان کیساتھ خیرخواہی کی نیت کیساتھ پھر سے انتہائی آسان انداز میں لکھ دیتے ہیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو شاید کے تیرے دل میں اتر جائے میری بات!

ہمارے نزدیک داڑھی بڑھانے کا حکم وجوب کیلیئے ہے اس میں داڑھی کی لمبائی کے متعلق اجمال

پایا جاتا ہے۔ آیا کہ داڑھی کی مقدار ایک مشت ہوگی، دو مشت یا اس سے زیادہ۔ اور صحابہ کرام کا داڑھی کاٹنا اس اجمال کا بیان ہے یعنی انھوں نے اپنے قول اور فعل سے بتادیا کہ داڑھی ایک مشت واجب ہے اسکی مثال ایسے ہی ہے کہ جسطرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں '' وامسحوا برؤسکم '' کے ذریعے سر کا مسح کرنے کا حکم دیا مگر یہ حکم اجمالی ہے اس میں اجمال پایا جاتا ہے کہ نہ جانے چوتھائی سر کے مسح کا حکم دیا ہے، نصف کا یا تہائی کا یا کہ پورے سر کا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس اجمال کو اپنے فعلی بیان کے ذریعے رفع کرکے بتادیا کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اب اگر کوئی نا سمجھ، اصول سے ناواقف شخص یہ کہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم وجوب کے لیئے نہ تھا کیونکہ اگر وہ وجوب کے لیئے ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اپنے چوتھائی سر کا مسح کرنے کی بجائے پورے سَر مبارک کا مسح فرماتے لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن میں مسح کرنے کا حکم وجوب کے لیئے نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا عمل قرینہ صارفہ ہے تو اس ناسمجھ کو یہی کہا جائے گا کہ قرآن پاک کے حکم میں اجمال تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے اس کا بیان فرمادیا۔ جبکہ داڑھی کے رنگنے کا معاملہ اس مختلف ہے۔ کیونکہ داڑھی رنگنے کے سلسلے میں تعارض پایا جاتا ہے۔ بعض آثار سے ثابت ہوتا کہ صحابہ کرام نے داڑھیاں نہیں رنگیں اور بعض میں داڑھی رنگنے کا بیان ہے لہٰذا داڑھی رنگنے کے معاملہ میں قرینہ صارفہ پایا جاتا ہے داڑھی رنگنے کا حکم وجوب کے لئے نہ تھا جیسا کہ ملاّ علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

> '' خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض اوقات اپنے سفید بالوں پر خضاب لگایا اور اکثر اوقات خضاب نہیں لگایا لہٰذا دو شخصوں نے اپنے مشاہدہ کے مطابق روایت کی اور ہر ایک اپنے قول میں صادق ہے
>
> ﴿مرقات ج ۸ ص ۳۰۵﴾

الحمدللہ ایک مشت داڑھی رکھنے کا وجوب روز روشن کیطرح ظاہر ہوگیا ہے اب خرد وعقل سے عاری شخص ہی اسکو داڑھی رنگنے کے معاملہ پر قیاس کرکے اسکے وجوب کا انکار کرے گا۔

اعتراض (۵)

بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک قبضہ داڑھی رکھنا اسلیئے واجب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے اور نبی کریم ﷺ جس کام کو دائمی کریں وہ واجب ہوتا ہے یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ نبی کریم

ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا علاوہ ازیں اس میں بحث ہے کہ داڑھی رکھنا سنن زوائد میں سے ہے یا سنن ھدی میں سے ہے۔ (الفتاوی الاسلامیہ من دارالافتاء المصر یہ ج۹ ص۳۰۸۲)

نبی کریم ﷺ نے اعضاء وضو میں ہمیشہ دائیں عضو کو دھونے سے ابتداء کی اس کا خلاف کہیں ثابت نہیں اس کے باوجود دائیں عضو کو پہلے دھونا مستحب ہے واجب نہیں حالانکہ بالاتفاق سنن ھدی سے ہے اسطرح مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے اور کنگھی کرنے میں آپ نے ہمیشہ دائیں جانب سے ابتداء کی ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور انکا خلاف کہیں ثابت نہیں اسکے باوجود یہ امور مستحب ہیں واجب نہیں حالانکہ یہ امور بھی سنن ھدی میں سے ہیں۔

الجواب

زید صاحب نے مذکورہ عبارت میں داڑھی کے وجوب کے رد میں دو دلیلیں پیش کی ہیں

(الف) نبی کریم ﷺ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا خواہ وہ دائمی ہو یا غیر دائمی پھر اس پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اعضاء وضو کو دھونے میں ہمیشہ دائیں ہاتھ سے ابتداء کی اسطرح مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی۔ اور آپ ﷺ نے ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور انکا خلاف کہیں ثابت نہیں اسکے باوجود یہ امور مستحب ہیں واجب نہیں۔

(ب) زید نے داڑھی کے معاملے میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ داڑھی سننِ زوائد میں سے ہے یا سننِ ھدیٰ میں سے تاکہ اسکی اہمیت کم ہو جائے اور وجوب ثابت نہ کیا جاسکے۔

الجواب (الف)

نبی اکرم ﷺ کے عمل سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا نہیں اسکا جواب ہم اعتراض نمبر ۱ کے جزو ''ب'' میں دے چکے ہیں اختصار کیساتھ یاد دہانی کیلئے اعادہ کر دیتے ہیں۔ یہ ہمیں تسلیم ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے مطلق افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ملاّ جیون رحمہ اللہ نے فرمایا

ولا یثبت الوجوب الامن الامر دون الفعل

﴿نور الانوار ص۲۹ مکتبہ امدادیہ﴾

ترجمہ : '' وجوب ثابت نہیں ہوتا مگر امر سے بجائے فعل کے۔''

لیکن داڑھی بڑھانے کا معاملہ صرف نبی اکرم ﷺ کے فعل تک محدود نہیں بلکہ اسکے ساتھ "واعفوا اللحی" (یعنی داڑھی کو معاف رکھو) کا امر بھی مقترن ہے اور اسے تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امر وجوب کے لیئے ہوتا ہے۔ لہٰذا لمبی داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس داڑھی کی لمبائی کی مقدار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وفعل سے ایک مشت ثابت ہے اس لیئے ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ اصولیین متفقہ طور پر اس بات کی صراحت کر چکے ہیں کہ ایسے معاملات جنہیں عقل کے ذریعے جانا نہ جاسکے ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید واجب ہے۔

علماء کرام کا فرمانا کہ نبی کریم ﷺ کے دائمی فعل سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے اصولی اعتبار سے بالکل درست ہے۔ فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں اگر زید صاحب کے نزدیک ملا جیون رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں کوئی علمی حیثیت ہے تو ہم انہی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی فعل پر بغیر ترک کے مداومت فرمائیں تو اس سے وجوب ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ملا جیون رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"لا یکون فعل النبی ﷺ موجبا علی الامۃ من غیر مواظبتہ ﷺ"۔

﴿نور الانوار ص۳۰ مکتبہ امدادیہ﴾

ترجمہ : نبی کریم ﷺ کا وہ فعل کہ جس میں آپ ﷺ نے مواظبت نہ اختیار فرمائی ہو امت پر وجوب کو ثابت نہیں کرتا۔"

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی فعل پر مواظبت فرمائیں تو وجوب کو ثابت کرتا ہے۔ اسی لیے مولانا علامہ عبدالحلیم نے نور الانوار کے حاشیہ قمر الاقمار میں ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر رد کرتے ہوئے لکھا۔

"ان الفعل مع مواظبتہ لیس بموجب ایضا"۔

ترجمہ : بے شک فعل آپ ﷺ کی مواظبت کے باوجود بھی واجب کرنے والا نہیں۔

اور اعتکاف کی سنت مؤکدہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ہمیشہ مواظبت فرمائی لیکن وہ پھر بھی واجب نہیں ہے ملا جیون رحمہ اللہ کی طرف سے یہ فقیر جواب دیتا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف پر مواظبت فرمائی مگر اس کا ترک بھی حدیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت

کرتے ہیں

" عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کان رسول اللّٰہ ا یعتکف فی کل رمضان فاذا صلی الغداة حل مکانه الذی اعتکف فیه قال فاستاذنته عائشة ان تعتکف فاذن لها فضربت فیه قبة فسمعت بها حفصة فضربت قبة و سمعت زینب بها فضربت قبة اخری فلما انصرف رسول اللّٰہ ا من الغداة ابصر اربع قباب فقال ماهذا ؟ فاخبر خبرهن فقال ما حملهن علی هذا البر انتزعوها فلا اراها فنزعت فلم یعتکف فی رمضان حتی اعتکف فی آخر العشر من شوال۔

﴿صحیح البخاری ص۲۷۳،۲۷۴ قدیمی کتب خانہ﴾

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں سرکار دوعالم ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے جب (چاشت) کی نماز ادا فرمالیتے تو جس مکان میں اعتکاف فرمایا تھا اس کو چھوڑ دیتے۔ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رحمت دوعالم ﷺ سے اجازت اعتکاف چاہی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت مرحمت فرمادی پس آپ رضی اللہ عنہا نے مسجد میں ایک خیمہ نصب کیا جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں سنا تو آپ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک خیمہ نصب کردیا جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں سنا تو ایک دوسرا خیمہ آپ رضی اللہ عنہا نے بھی نصب کردیا جب نبی کریم ﷺ چاشت ادا فرما کر لوٹے تو چار قبے دیکھے تو فرمایا یہ کیا؟ پس آپ ﷺ کو امہات المؤمنین کے متعلق خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نیکی پر انھیں کس چیز نے ابھارا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انہیں (خیموں کو) ہٹادو میں انہیں نہ دیکھوں پس انہیں ہٹادیا گیا تو آپ ﷺ نے رمضان میں اعتکاف نہ فرمایا یہاں تک کے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔

﴿صحیح البخاری ص۲۷۳،۲۷۴ قدیمی کتب خانہ﴾

مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کرنا ترک بھی فرمایا اگر یہ واجب ہوتا تو آپ ﷺ اسے ہرگز ترک نہ فرماتے۔امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ قول نقل فرمایا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی کسی فعل پر مواظبت عدم ترک کے ساتھ وجوب کی دلیل ہے۔

" المواظبة من غير ترك مرة دليل الوجوب".

﴿فتح القدیر الجلد الاول ص۲۳۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: مواظبت بغیر ترک کے دلیل وجوب ہے۔

اسی طرح مولانا جلال الدین خوارزمی رحمہ اللہ نے سورۃ فاتحہ کے وجوب پر نبی کریم ﷺ کی مواظبت مع عدم ترک کو دلیل بنایا اور فرمایا

انما جعلنا الفاتحة واجبة لمواظبة النبى ﷺ من غيرترك.

﴿کفایہ علی الھدایہ مع فتح القدیر ج اص۱۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: ہم نے فاتحہ کو نبی کریم ﷺ کی مواظبت مع عدم ترک کی وجہ سے واجب کیا۔

اسی طرح امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورۃ فاتحہ کے وجوب پر نبی کریم ﷺ کی مداومت مع عدم ترک کو دلیل بنایا اور آپ نے فرمایا

"بان النبى ﷺ واظب على الفاتحة فى الصلوة من غير ترك ."

﴿العنایہ علی الھدایہ مع فتح القدیر ج اص۱۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے نماز میں فاتحہ پر مواظبت فرمائی بغیر ترک کے۔

اور علامہ سعد الدین چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو برقرار رکھا اور فرمایا

" اقول هذا جواب ثان "

﴿الھامشۃ علی العنایہ مع فتح القدیر ج اص۱۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: میں کہتا ہوں یہ دوسرا جواب ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ''البحر الرائق'' میں لفظ ''سلام'' کے وجوب پر سرکار ﷺ کے مداومت فعل

کو دلیل بنایا ہے

(لفظ السلام) للمواظبة علیه

﴿البحر الرائق جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۳۰۱﴾

ترجمہ: لفظ سلام مواظبت کی وجہ سے واجب ہے۔

اسی طرح علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں تعین قراءت کو سورۃ فاتحہ کا سورۃ پر مقدم کرنے کو اور جلسہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کو اور لفظ سلام کو سرکار ﷺ کی مداومت کیوجہ سے واجب قرار دیا ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

یجب(تعین القراة) الواجبة (فی الاولین) من الفرض لمواظبة النبی ﷺ علی القرائة فیهما

﴿مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۰۱﴾

ترجمہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءۃ کا واجب ہونا نبی کریم ﷺ کی ان دو رکعتوں میں قراءۃ پر مواظبت کی وجہ سے ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں

یجب (تقدیم الفاتحة علی) قرأة (السورة) للمواظبة۔

﴿مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی ص ۲۰۱﴾

ترجمہ: اور سورہ فاتحہ کی تقدیم سورت کی قراءت پر مواظبت کی وجہ سے واجب ہے۔

اور فرماتے ہیں

یجب (قرائته) ای التشهد (فی الجلوس الاخیر) ایضاً للمواظبة

﴿ص ۲۰۲﴾

ترجمہ: اور مداومت کی وجہ سے جلسہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔

آپ فرماتے ہیں

یجب لفظ السلام مرّتین فی الیمنی والیسریٰ للمواظبة۔

﴿نور محمد اصح المطابع مراقی ص ۲۰۳﴾

ترجمہ: دائیں اور بائیں جانب لفظ سلام کہنا سرکار علیہ السلام کی مواظبت کی وجہ سے واجب ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ قعدہ اولیٰ کے وجوب پر سرکار دو عالم ﷺ کی مواظبت کو دلیل بناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لان النبی ﷺ واظب علیه فی جمیع العمر وذا یدل علی الوجوب۔

﴿البحر الرائق ص ۳۰۰ ج ا مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر اپنی تمام عمر مداومت فرمائی تو یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ شلبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قرأت جہری اور سری کے وجوب پر سرکار دو عالم ﷺ کی مواظبت کو ہی دلیل بنایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

(الجهر والاسراء الی اخره) لمواظبة النبی ﷺ علیها۔

﴿حاشیۃ الشلبی علی ھامش تبیین الحقائق ج ا ص ۱۰۶ مکتبہ حقانیہ﴾

ترجمہ: (جہری اور سری قراءت کرنا الخ) اس پر مواظبت کی وجہ سے واجب ہے۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ فاتحہ کی کسی بھی آیت چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کے وجوب کیلئے سرکار دو عالم ﷺ کی مداومت کو دلیل قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں۔

(یسجد بترك اية منها و هو اولی) لعلة للمواظبة المفید للوجوب۔

﴿ردالمختار علی درالمختار ج ۲ ص ۱۶۹ مکتبہ امدادیہ﴾

ترجمہ: اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت کے چھوٹنے پر بھی سجدہ کرے گا اور یہی اولی ہے ایسی مداومت کی وجہ سے جو وجوب کے لئے مفید ہے۔

یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ صاحب بحر اور انکی متابعت میں علامہ شامی وغیرہ نے واجب کی تعریف میں مداومت کے ساتھ ساتھ نہ کرنے والے پر انکار کی قید بھی لگائی ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

وان اقترنت بالانکار علی من لم یفعله وهی دلیل الوجوب۔

ترجمہ: اور اگر وہ نہ کرنے والے پر مقترن بالانکار تو یہ دلیل وجوب ہے۔

یہ فقیر جواب دیگا کہ **الانکار علی من لم یفعله** لگانا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے واجب کی تعریف میں جامعیت ختم ہوجائیگی اور وہ اپنے جمیع افراد پر صادق نہ آئے گی۔ جیسے سورۃ فاتحہ کا مقدم کرنا فرض کی ابتدائی دو رکعتوں میں قراءۃ کا تعین کرنا، قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا اور خروج بصنعہٖ کا لفظ سلام سے مکمل ہونا وغیرہ واجبات۔ حالانکہ خود علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور کے وجوب کے لیئے سرکار دوعالم ﷺ کی مواظبت مع عدم ترک مرۃ ہی کو دلیل بنایا ہے لہذا ان ہی کی تعریف کے مطابق وجوب کو ثابت کیا جائے تو یہ تمام چیزیں وجوب سے تنزلی کر کے سنت کے درجے میں آجائیں گی اور یہ بات نہ علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نہ ہی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نہ ہی ہم اور نہ ہی زید صاحب تسلیم کرینگے۔ مذکورہ فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے کسی فعل پر مواظبت مع عدم ترک فرمانا وجوب کی دلیل ہے حق قبول کرنے والے دل کے لیئے اتنا ہی کافی ہے اور اگر زید صاحب ان کے بارے میں بھی وہی کہہ کر رد کر دیں جو کہ انھوں نے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا تو ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ اپنے لیئے ایک جدید فقہ اور اصول فقہ تیار کرلیں۔

جہاں تک زید صاحب کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے اعضائے وضو میں ہمیشہ دائیں عضو کو دھونے سے ابتداء کی اسکا خلاف کہیں ثابت نہیں اسکے باوجود دائیں عضو کو پہلے دھونا مستحب ہے واجب نہیں حالانکہ بالاتفاق سنن ھدٰی سے ہے اس طرح مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے اور کنگھی کرنے میں آپ نے ہمیشہ دائیں جانب سے ابتدا کی ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور ان کے خلاف کہیں ثابت نہیں اسکے باجود یہ امور مستحب ہیں حالانکہ یہ امور بھی سنن ھدی میں سے ہیں زید نے ان اعضاء وضو میں ہمیشہ دائیں عضو کو دھونے سے ابتداء کرنے کو، مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے کنگھی کرنے ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانے کو سنن ھدی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ وہ امور جنکا تعلق طبعیت، نوم، اکل وشرب، قیام وقعود سے ہو انھیں بالاتفاق سنن زوائد میں شمار کیا گیا ہے

جیسا کہ مولنا محمد عبدالحلیم صاحب نے قمرالاقمار شرح نورالانوار میں فرمایا ہے

قولہ لم تکن لہ تبعا کالافعال الطبعیۃ التی لا یخلو ذو نفس عنہا کالنوم والیقظۃ والاکل والشرب و غیرہا فلا یجب علینا اقتدائہ فی ہذہ الافعال الطبعیۃ بل ہذہ الافعال مباحۃ لامتہ بلا خلاف۔

﴿قمرالاقمار علی نورالانوار ص ۲۱۷ مکتبہ امدادیہ﴾

ترجمہ : ان کا قول کہ انکی پیروی واجب نہی ہوگی جسطرح طبعی افعال میں جن سے ذی روح خالی نہیں ہوتا جیسے سونا اور جاگنا اور کھانا اور پینا وغیرہ۔ ہم پر ان افعال میں آپ ﷺ کی اقتداء واجب نہیں اور یہ افعال آپ ﷺ کی امت کے لئے بغیر اختلاف مباح ہیں۔

﴿قمرالاقمار علی نورالانوار ص ۲۱۷ مکتبہ امدادیہ﴾

زید صاحب کا ان افعال کو سنن ھدی کہنے کی وجہ یا تو کم علمی ہے یا لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے جھوٹ لکھ دیا۔ بہرحال سنی ہونے کے ناطے ہم انکی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا مناسب نہیں سمجھتے لیکن دوسری وجہ ضرور متحقق ہو جائیگی اگر وہ فقہ کی درسی کتابیں توجہ سے پڑھ لیتے تو سنن ھدیٰ اور سنن زوائد کا فرق خوب سمجھ لیتے۔

شرح وقایہ میں صدرالشریعۃ رحمہ اللہ نے زید صاحب کا اعتراض بھی نقل فرمایا اور اسکا جواب بھی دیا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ سنن ھدیٰ اور سنن زوائد کا فرق بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

(مستحبہ التیامن) ای الابتداء بالیمین فی غسل الاعضاء فان قلت لا شک ان النبی ﷺ واظب علی التیامن فی غسل الاعضاء ولم یروا احد انہ بدأ بالشمال فینبغی ان یکون سنۃ اقول السنۃ ما واظب علیہ النبی ﷺ مع الترک احیانا فان کانت المواظبۃ المذکورۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الھدیٰ وان کانت علی سبیل العادۃ فسنن الزوائد کلبس الثیاب و کالأکل بالیمنی وتقدم الرجل الیمنی فی الدخول و نحو ذلک و کلامنا

فی الاول و مواظبة النبی ﷺ علی التیامن کانت من قبیل الثانی و یفھم ھذا من تعلیل صاحب الھدایة بقولہ ﷺ ان اللّٰہ یحب التیامن **فی کل شیٔ حتی التنعل والترجل۔**

﴿شرح وقایہ علی ھامش کشف الاسرار ج ا۔ادارۃ القران﴾

ترجمہ :(اوراسکا مستحب سیدھی جانب ہے) یعنی اعضاء کے دھونے میں سیدھی جانب سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔اوراگر تو کہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے سیدھی جانب سے اعضاء دھونے پر مداومت فرمائی اور کسی نے بائیں جانب سے ابتداء کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ پس چاہیے کے سنت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ سنت وہ ہے جس پر آپ ﷺ نے مداومت فرمائی ہواور کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔اوراگر مداومت مذکورہ عبادت کی جہت سے ہوتو سنن ھدی ہے۔اور اگر بر سبیل عادت ہوتو سنن زوائد ہے جسطرح لباس پہننااور جسطرح سیدھے ہاتھ سے کھانا اور سیدھا پاؤں کا مقدم کرنا دخول میں اوراسی کی مثل اور ہمارا کلام اول میں ہے۔اور سرکار دوعالم ﷺ کا سیدھی جانب پر مداومت فرمانا دوسرے قبیل سے ہےاوراسے صاحب ھدایہ کی تعلیل سے سمجھا جاسکتا ہے کہ رحمت دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل ہر چیز میں تیامن (سیدھی جانب) کو پسند فرماتا ہے حتی کہ جوتیاں پہننے میں اور پیدل چلنے میں بھی۔

﴿شرح وقایہ علی ھامش کشف الاسرار ج اص۹۔ادارۃ القران﴾

اب شاید زید صاحب کی پریشانی دور ہوگئی ہوگی کہ یہ تمام کام مواظبت کے باوجود مستحب کیوں ہیں؟ لیکن انکار کرنے والا دل حق مشکل ہی سے قبول کرتا ہے اتمام حجت کے لیئے فتح القدیر کی عبارت نقل کئے دیتے ہیں تا کہ مخالف کے لیئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

(قولہ البدأة بالمیامن فضیلة) ای مستحب ثم استدل علیہ بقولہ علیہ السلام ان اللّٰہ یحب التیامن فی کل شیٔ و ھو معنی ما روی الستة عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا کان النبی ﷺ یحب التیامن فی کل شیٔ حتی فی طھورہ و تنعلہ وترجلہ و

شانه كله و هو بناء على عدم استلزام المحبوبية المواظبة لان جميع المستحبات محبوبه له ﷺ و معلوم ان لم يواظب على كلها والا لم تكن مستحبة بل مسنونة۔

﴿فتح القدیر ج ا ص ۳۱ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: (ان کا قول سیدھی جانب سے ابتداء کرنے میں فضیلت ہے) یعنی مستحب ہے اور پھر اس پر سرکار ﷺ کے اس فرمان مبارک سے استدلال فرمایا کہ بے شک اللہ عز وجل ہر چیز میں تیامن (سیدھی جانب) کو پسند فرماتا ہے۔ اور یہ وہ معنی جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح ستہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز میں تیامن (سیدھی جانب) کو پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ طہارت میں، نعلین پہننے میں اور پیدل چلنے میں اور اپنے تمام کاموں میں۔ اور اس کی بنیاد ایسی محبوبیت پر ہے جو کہ مواظبت کو لازم نہیں کرتی کیونکہ آپ ﷺ کو تمام مستحبات محبوب ہیں اور یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے تمام مستحبات پر مواظبت نہیں فرمائی وگرنہ مستحب نہیں بلکہ سنت ہوتے۔

﴿فتح القدیر ج ا ص ۳۱ مکتبہ رشیدیہ﴾

الجزء الثانی (ب)

زید نے داڑھی کے معاملے میں تشکیک پیدا کرنیکی کوشش کی ہے کہ سنن زوائد میں سے ہے یا سنن ھدی میں سے تا کہ اس کی اہمیت کم ہو جائے اور وجوب ثابت نہ کیا جا سکے۔

الجواب: داڑھی سنن ھدی میں سے ہے یا سنن زوائد میں سے زید صاحب کی اس پریشانی کو دور کرنے کے لیئے ہم علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کی عبارت لکھ دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ زید صاحب کی پریشانی مع توھمات کے دور ہو جائیگی علامہ شامی فرماتے ہیں۔

والسنة نوعان سنة الهدى و تركها يوجب اساء ة و كراهية كالجماعة والاذان والاقامة و نحوها و سنة الزوائد و تركها لا يوجب ذلك كسير النبى ﷺ فى لباسه وقيامه وقعوده۔

ترجمہ: سنت دو اقسام ہیں سنت ھدی جس کا ترک اساءت اور کراھیت کو واجب کرتا ہے جیسا کہ جماعت، اذان، اور اقامت اور اس کی مثل دوسری چیزیں۔ اور سنن زوائد کہ جس کا ترک ان چیزوں کو واجب نہیں کرتا جیسے کہ لباس اور قیام وقعود وغیرہ میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ۔"

چند سطور کے بعد مزید فرماتے ہیں۔

واقول قد مثلوا لسنة الزوائد ایضا بتطویله علیه الصلوة والسلام القراء ۃ والرکوع و سجود ولا شک فی کون ذلک عبادة و حینئذ فمعنی کون سنة الزوائد عادة ان النبی ﷺ واظب علیها حتی صارت عادة له ولم یترکها الا احیانا لان السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین فهی فی نفسها عبادة وسمیت عادةولما لم تکن من مکملات الدین وشعائره سمیت سنة الزوائد بخلاف سنةالهدی وهی سنن المؤکدة القریبة من الواجب التی یضلل تارکها لان ترکها استخفاف بالدین بخلاف النفل۔

ترجمہ: اور تحقیق علماء نے سنت زوائد کی مثالیں قراءت، رکوع اور سجود کی طوالت کے ساتھ دیں ہیں اور ان کے عبادت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس اس وقت سنت زوائد کا معنی ایسی عادت ہوگا کہ سرکا ﷺ نے جس پر مواظبت فرمائی اور یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کی عادت ہوگئی اور آپ نے اسے سوائے بعض اوقات کے ترک نہ فرمایا کیونکہ سنت دین میں وہ جاری طریقہ ہے جو بذات خود عبادت ہے اور اس کو عادت کہنے کی وجہ کو ہم ذکر کر چکے اور چونکہ یہ دین کی تکمیل اور اس کے شعار سے نہیں اسی لئے اسے سنت زوائد کہا گیا بخلاف سنت ھدی کے اور یہ سنن موکدہ اور اس واجب کے قریب ہوتی ہے کہ جس کا ترک کرنے والا گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کو ترک کرنا دین کو ہلکا جاننا ہے بخلاف نفل کے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمادی کہ اگر سرکار ﷺ کی عادت کا تعلق شعائر یا مکملات

دین سے ہوگا تو وہ سنن زوائد میں سے نہ ہوگی بلکہ وہ سنن ھدی میں شمار کی جائیگی اور شعائر سے مراد علامت ہے کہ جس سے کسی کی پہچان ہو جیسا کہ سعدی ابو حبیب صاحب لکھتے ہیں۔

شعائر الاسلام ای معالمه الظاهرة و متعبداته۔

ترجمہ: یعنی اسلام کی ظاہری علامات اور اسکی عبادتیں۔

﴿القاموس الفقھی صفحہ ۱۹۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی﴾

الحمدللہ لمبی داڑھی بلکہ ایک قبضہ ساری دنیا میں مسلمانوں کا شعار ہے لہٰذا علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کی تصریح کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ داڑھی سنن ھدی میں سے ہے نہ کہ سنن زوائد میں سے۔ بہر حال داڑھی سنن زوائد میں سے ہو یا سنن ھدی میں سے ہمارے لیئے قطعی مضر نہیں کیونکہ شعار اسلام میں سے ہے جیسا کہ زید صاحب نے خود اسی کتاب میں اسکا اعتراف کیا۔

زید صاحب لکھتے ہیں ''اور یہ لمبی داڑھی رکھنا اسلام میں مسلمانوں کا شعار ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

" یا ایھا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ "

ترجمہ : '' اے ایمان والو! نہ حلال کر لینا تم اللہ عزوجل کے نشانات کو''۔

زید صاحب کی عجیب منطق ہے کہ لمبی داڑھی کو شعائر اسلام بھی کہتے ہیں اور پھر اُسے چھوٹا کرنے کو حلال بھی قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو اس قسم کی حرکت سے سختی سے باز رہنے کا حکم فرمایا۔ الحمدللہ علماء اھلسنت اور عوام اھلسنت ہی حقیقی مومن ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس حکم کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں اس لیے ایک مشت سے داڑھی کم کرنے کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں کیونکہ یہ شعائر اللہ میں سے ہے جیسا کہ امام سرخسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

" حكم السنة هو الاتباع فقط ثبت بالدليل ان رسول الله ﷺ متبع فيما سلك من طريق الدين قولا و فعلا و كذلك الصحابة و هذا الاتباع ثابت بمطلق السنة خال عن صفة الفرضية والوجوب الا ان يكون من اعلام الدين فان ذلك منزلة

الواجب فی حکم العمل"۔

ترجمہ : سنت کا حکم اسکی پیروی کرنا ہے اور تحقیق یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قولی یا فعلی جو بھی طریقہ اختیار فرمایا اس میں انکی پیروی کی جائے گی ایسے ہی آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی کیجائے گی اور یہ پیروی کرنا ان امور میں ہے جو مطلق سنت سے ثابت ہوں اور صفت فرضیت اور وجوب سے خالی ہوں وگرنہ اگر وہ دین کے شعائر میں سے ہوں تو بے شک وہ عمل کے لحاظ سے واجب کے درجے میں ہیں"۔

اور ایسے ہی صاحب کفایہ نے مکحول علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا کہ

السنة سنتان سنة احدها هدی و ترکها ضلالة و سنة اخذها حسن وترکها لاباس به فالاول نحو صلوة العید والاذان والاقامة والصلوة بالجماعة لهذا لو ترکها قوم استوجب اللوم والعتاب ولو ترکها اهل بلدة واصروا ذلک قوتلوا علیها لیاتوا بها والثانی نحو ما نقل من طریقة رسول اللّٰہ ﷺ فی قیامه و قعوده و لباسه ورکوبه ۔

﴿اصول سرخسی ۱ ص ۱۱۴﴾

ترجمہ: سنت دو قسموں پر ہیں ایک وہ سنت جس پر عمل کرنا ھدایت اور ترک کرنا گمرہی ہے اور ایک سنت وہ ہے جس پر عمل کرنا مستحسن اور چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ۔ پس پہلی قسم کی مثال نماز عید اور اذان اور اقامت اور نماز با جماعت ہے ۔ لہٰذا اگر اسے کوئی قوم چھوڑ دے تو ملامت و عتاب لازم آئے گا اور اگر اسے شہر والے چھوڑ دیں تو اور اس پر مصر ہوں تو ان سے قتال کیا جائیگا تا کہ اس پر عمل کریں اور دوسری قسم اسکی مثال جو سرکار ﷺ کے طریقہ سے آپ ﷺ کے اٹھنے اور بیٹھنے اور لباس و سواری سے متعلق نقل کی گئی ہے۔

اسی طرح صاحب کفایہ نے بھی جلد اول ص ۲۱۰ پر کچھ تغیر لفظی کے ساتھ اس قول کو نقل فرمایا ہے ممکن ہے

کہ زید صاحب داڑھی کو سنن زوائد میں سے قرار دے کر اپنا دفاع کرنے کی کوشش کریں مگر ایسا کرنا انھیں کچھ فائدہ نہ دے گا کیونکہ وہ خود اسے شعائرِ اسلام تسلیم کر چکے ہیں۔ اور علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ان السنة المؤكدة والواجبة سواء خصوصا ما كان من شعائر الاسلام"

﴿البحر الرائق ص ۳۷۴ مکتبہ رشیدیہ، الجلد الاول﴾

ترجمہ: بے شک سنت مؤکدہ اور واجب برابر ہیں خاص کر جب کہ وہ شعائرِ اسلام سے ہو۔

امام فخر الدین زیلعی فرماتے ہیں

"اذا كان السنة من شعائر الدين يقاتل عليها"

﴿زیلعی۔ تبیین الحقائق ج ا ص ۹۰﴾

ترجمہ: اگر سنت شعائرِ دین سے ہو تو اس پر قتال کیا جائے گا۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات کے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شعائرِ اسلام واجب کے درجہ میں ہیں اور انکو ترک کرنے والا گنہگار اور مستحق لوم وعتاب ہے اور اس کا حلال جاننے والا دین کا مزاق اڑانے والا ہے اب اس کے باوجود بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے اور بغیر تاویل یہی کہتا رہے کہ ایک مشت سے داڑھی کا کم کرنا کوئی گناہ نہیں ہے تو ایسا شخص استخفاف بالدین اور شعائر اللہ کا مزاق اڑانے والا ہے اور اس کا دل تقوٰی سے خالی ہے جیسے کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے۔

"ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب"

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اعتراض (۶)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ داڑھی میں قبضے کی مقدار کو فقہاء نے واجب کہا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے ہمارے علم کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے قبضے کو واجب نہیں لکھا سب نے اس کو سنت لکھا ہے۔

الجواب: زید صاحب نے فقہاء کرام کی ان عبارتوں کو کہ جن میں انھوں نے ایک مشت داڑھی کو سنت لکھا ہے نقل

کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے نزدیک ایک مشت داڑھی سنت ہے مگر وہ اقوال نقل نہیں کیے کہ جن میں فقہاء کرام نے کہ قبضہ سے داڑھی کم کرنے کو غیر مسلموں اور ہیجڑوں کا فعل قرار دیا ہے کیونکہ اگر وہ انکے ان اقوال کو نقل کر دیتے تو وہ انکے موقف کے خلاف دلیل ثابت ہوتے اب ہم فقہاء کرام کی وہ عبارتیں پیش کر رہے ہیں کہ جن میں انھوں نے داڑھی کو ایک مشت سے کم کرنے کو نا جائز کہا ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" واما الاخذ منها و هی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة و المخنثة من الرجال فلم یبحه احد ۔

﴿ج ۲ص ۲۷۰﴾

ترجمہ: اور داڑھی کم کرنا درآنحالیکہ وہ اس (قبضے) سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی اور مردوں میں سے ہجڑے کرتے ہیں۔ اسے کسی نے بھی جائز نہیں کہا۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

واما الاخذ منها و هی دون ذلک کما یفعل بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم یبحه احد ۔

﴿البحر الرائق ج ۲ص ۲۸۰﴾

ترجمہ: اور داڑھی کم کرنا درآنحالیکہ وہ اس (قبضے) سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی اور مردوں میں سے ہجڑے کرتے ہیں۔ اسے کسی نے بھی جائز نہیں کہا۔

اسی طرح علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

واما الاخذ من اللحیه و هی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة فلم یبحه احد و اخذ کلها فعل مجوس الاعاجم والیهود والهنود و بعض اجناس الافرنج

﴿ص ۲۰۸ حاشیه الدرر والغرر ج ا میر محمد کتب خانہ﴾

ترجمہ: اور داڑھی کو کاٹنا درآنحالیکہ وہ ایک مشت سے کم ہو جیسا کہ بعض مغاربہ کرتے ہوں کسی

نے جائز نہیں کہا۔اور پوری ہی داڑھی کو کاٹ لینا عجمی یہودیوں اور ہندووں اور بعض فرنگیوں کا کام ہے۔

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

واما الاخذ منها وهى دون ذلك كما يفعل بعض المغاربةو مخنثة الرجال فلم يبحه احد۔

﴿ردالمختار ج۳ص۳۹۸﴾

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

والاخذ من اللحية وهو من دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال لم يبحه احد و اخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم۔

﴿حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۵۶۱ مکتبہ نور محمد اصح المطابع﴾

ترجمہ: علامہ شلبی علیہ رحمۃ الرحمان فرماتے ہیں۔

واما الاخذ منها و هى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربه و مخنثة الرجال فلم يبحه احد۔

﴿مکتبہ حقانیہ شلبی علی تبیین الحقائق ج۱ص۳۳۲﴾

ہم نے چھ مستند فقہائے کرام کی عبارتیں نقل کیں جن سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ جب داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اسے کاٹنا ناجائز ہے۔اس کے برعکس زید صاحب کے نزدیک ایک مشت سے داڑھی کم کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔قواعد فقہیہ کی رو سے ناجائز کا اطلاق مکروہ تحریمی اور حرام پر کیا جاتا ہے۔جبکہ خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی حلال وجائز کی اقسام میں سے ہیں جیسا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

المكروه نوعان مكروه كراهة تنزيهه وهو الى الحل اقرب و مكروه كراهة تحريم وهو الى الحرام اقرب۔

﴿توضیح وتلویح ص۶۸۶ مکتبہ نور محمد اصح المطابع﴾

ترجمہ: ''مکروہ کی دو قسمیں ہیں۔مکروہ تنزیہہ جو کہ حلال کے نزدیک ہےاور مکروہ تحریمی جو کہ حرام سے قریب ہے۔''

اسی طرح علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی مکروہ تنزیہی کو جائز ہی کی اقسام سے شمار فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں

مطلب: قد يطلق الجائز على مالا يمتنع شرعا فيشمل المكروه و قد يقال اطلق الجائز واراد به ما يعم المكروه ففى الحليه عن اصول ابن حاجب انه قد يطلق و يراد به مالا يمتنع شرعا وهو يشمل المباح و المكروه والمندوب والواجب اه لكن الظاهر ان المراد المكروه تنزيها لان المكروه تحريما ممتنع شرعا منعا لازما

﴿ردالمحتار علی الدرالمختار ج اص ۲۴۲ مکتبہ امدادیہ﴾

ترجمہ: کبھی جائز کا اطلاق اس پر کردیا جاتا ہے جو شرعاً ممنوع نہ ہو پس وہ مکروہ کو شامل ہوگا۔اور کبھی کہا جاتا ہے کہ جائز کا اطلاق کیا گیا اور اس سے مراد وہ لیا جاتا ہے جو مکروہ کو عام ہو۔پس حلیہ میں اصول ابن حاجب سے ہے کہ کبھی مطلقا جائز کہہ دیا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ لیا جاتا ہے جو کہ شرعاً ممنوع نہ ہو اور مباح ،مکروہ ،مندوب اور واجب کو شامل ہوتا ہے۔لیکن ظاہر تر یہی ہے کہ اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مکروہ تحریمی شرعاً لازمی طور پر ممتنع ہوتا ہے۔

صدرالشریعۃ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جن فقہاء کرام نے ایک مشت کے بعد کاٹنے کو ناجائز قرار دیا ہے اس سے انکی مراد مکروہ تحریمی ہے لہٰذا علامہ ابن ہمام ،ابن نجیم مصری، شلبی ،شرنبلالی ،طحطاوی رحمہم اللہ نے داڑھی میں قبضہ کو سنت قرار دیا ہے اس سے مراد قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ کیونکہ ان کے سنت کے قول میں مذکورہ تاویل نہ کیجائے تو تضاد لازم آئے گا اس قسم کی تاویل کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے فقہاء کرام کی کتب میں اس قسم کی تاویلات بکثرت ملتی ہیں جیسے کہ باجماعت نماز کا مسئلہ ہے اس کے بارے میں متون مذہب میں سنت ہی کا قول کیا گیا ہے مگر شارحین نے اس کے دلائل میں غور کرکے واجب قرار دیا ہے ۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

الجماعة سنة مؤكدة كذا فى المتون و الخلاصة والمحيط و محيط السرخسى و فى غاية قال عامة مشائيخنا انها واجبة وفى المفيد و تسميتها سنة لوجوبها بسنة ۔

﴿فتاوی عالمگیری ج ا ص ۸۲ مکتبہ رشیدیہ﴾

علامہ ابن ہمام صاحب ہدایہ کے قول " **الجماعة سنة مؤكدة** کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اذ مقتضاه الوجوب الا لعذر الا ان يريد ثبوتها لسنة

﴿فتح القدیر ص ۳۰۰ ج ۱﴾

ترجمہ: اس کا مقتضاء جماعت کا وجوب ہے سوائے کسی عذر کی بنا پر مگر اس سے مراد یہ لی جائے کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔

اسی طرح صاحب کفایہ فرماتے ہیں۔

قوله الجماعة سنة مؤكدة قوية تشبه الواجب فى القوة حتى استدل بمعاهدتها على وجوب الايمان بخلاف سائر المشروعات و هى التى يسميها الفقهاء سنة الهدى اى اخذها هدى وتركها ضلال۔

﴿عنایہ ج ا ص ۲۹۹﴾

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں

الجماعة سنة مؤكدة اى قوية تشبه الواجب فى القوة۔

﴿البحر الرائق ج ا ص ۳۴۴﴾

اختصار کے پیشِ نظر ہم انہی فقہاء کرام کی عبارات پر اختصار کرتے ہیں ورنہ اس سلسلے میں علامہ شامی، طحطاوی، شرنبلالی وغیرھم فقہاء کرام کے اقوال بھی ان کی کتب میں موجود ہیں ہمارے نزدیک یہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ

فقہائے کرام نے قبضہ کے بارے میں سنت کا قول کیا ہے مگر جب اسکے دلائل میں غور کیا جائے تو قبضہ کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر آئے ہیں۔

زید صاحب نے فقہاء کرام کے سنت کے قول کو قبضہ کے وجوب کے رد کیلئے استعمال کر کے مغالطہ آفرینی کی کوشش کی ہے کیونکہ ان فقہاء کے یہ اقوال داڑھی کو ایک مشت سے کم کرنے کے سلسلے میں وارد نہیں ہوئے ہیں بلکہ وہ صاحب نہایہ اور حسن بصری رحمہما اللہ وغیرہ کے رد میں ہیں کیونکہ صاحب نہایہ کے نزدیک ایک مشت کے بعد کاٹنا واجب ہے اور حسن اور قتادہ رحمہما اللہ کے نزدیک داڑھی کو مطلقا کاٹنا ہی مکروہ ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقات میں صاحب نہایہ سے نقل فرماتے ہیں۔

(۱) و فی النهاية شرح الهداية: واللحية عندنا طولها بقدر القبضة بضم القاف وما وراءه ذلك يجب قطعه

ترجمہ: ھدایہ کی شرح نہایہ میں ہے کہ داڑھی کی لمبائی ہمارے نزدیک ایک قبضہ ہے اور ایک قبضہ سے زیادہ کاٹنا واجب ہے۔

پھر صاحب نہایہ کے وجوب کے قول کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(۲) وقوله يجب بمعنى ينبغي او المراد به انه سنة مؤكدة قريبة الى الوجوب والا فلا يصح على اطلاقه وقال ابن الملك تسوية شعر اللحية سنة و هى ان يقص كل شعرة اطول من غيرها ليستوى جميعها وفى الاحياء قد اختلفوا فيما طال من اللحية فقيل ان قبض الرجل على لحيته و اخذ ما تحت القبضة فلا باس به و قد فعله ابن عمر وجماعة من التابعين واستحسنه الشعبى وابن سيرين وكرهه الحسن وقتادة ومن تبعهما ۔ وقالوا تركها عافية احب لقوله ﷺ اعفوا اللحى لكن الظاهر هو القول الاول فان الطول المفرط يشوه الخلقة و يطلق السنة المغتابين بالنسبة اليه فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية ۔

﴿مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۲۲۳﴾

ترجمہ: اور انکا کہنا واجب ہے دراصل ''چاہیے'' کے معنوں میں ہے یا اس سے مراد ایسی سنت مؤکدہ ہے جو کہ وجوب کے قریب ہے ورنہ ان کا قول اپنے اطلاق کے اعتبار سے درست نہیں ہے اور ابن ملک نے فرمایا داڑھی کے بالوں کو برابر کرنا سنت ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ جو بال دوسرے بالوں کے مقابلے میں لمبا ہو اسے کاٹ دیا جائے تا کہ تمام بال برابر ہو جائیں اور احیاء میں ہے کہ علماء کرام کا لمبی داڑھی میں سے کاٹنے کے معاملے میں اختلاف ہے پس کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے باہر رہ جانے والے حصے کو کاٹ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور تحقیق ابن عمر اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور شعبی اور ابن سیرین رحمہم اللہ نے اس کی تحسین کی ہے جبکہ حسن اور قتادہ رحمہم اللہ اور انکے متبعین نے ناپسند کیا ہے۔انھوں نے فرمایا کہ اسکے چھوڑنے میں عافیت ہے اور سرکار دوعالم ﷺ کے حکم ''داڑھیاں بڑھاؤ'' کے تحت ایسا کرنا ہی زیادہ پسندیدہ ہے لیکن ظاہر بات قولِ اول ہی ہے یعنی (کہ ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے) کیونکہ بے تحاشہ لمبی داڑھی سے طبیعت کو وحشت ہوتی ہے اور غیبت کرنے والوں کی زبانیں اُس پر دراز ہو جاتی ہیں۔ پس اس اچھی نیت کے ساتھ بے تحاشہ بڑھی ہوئی داڑھی سے بچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مذکورہ عبارت سے درج ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔

(الف) ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنا سنت مؤکدہ ہے۔

(ب) اگر داڑھی میں چند ایک بال لمبے ہو جائیں تو اسے کاٹ کر برابر کر لینا سنت ہے۔

(ج) علماء کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر داڑھی ایک مشت سے زیادہ لمبی ہو جائے تو اسے کاٹ کر ایک مشت تک کم کر لینا پسندیدہ ہے یا مکروہ ہے، صحابہ کرام میں سے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت نے ایک مشت کے بعد داڑھی کاٹی جبکہ حسن، قتادہ رضی اللہ عنہ اور انکے پیروکاروں کے نزدیک لمبی داڑھی میں سے کچھ کم کر لینا مکروہ ہے بلکہ اسے اپنی حالت ہی پر رہنے دیا جائے اور انھوں نے سرکار دوعالم

ﷺ کے حکم ''داڑھیاں بڑھاؤ'' سے استدلال کیا ہے۔

(د) مگر علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اچھی نیت کے ساتھ ایک مشت سے زیادہ بڑھی ہوئی داڑھی کو کاٹنا جائز ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فقہاء کرام نے قبضہ کو جو سنت لکھا ہے وُہ دراصل ان لوگوں کے رد میں ہے جو داڑھی کو ایک مشت کے بعد بھی کاٹنے کو منع کرتے ہیں اور جہاں تک زید صاحب کا قبضہ کو مطلقاً سنت یا مستحب قرار دیکر ایک مشت سے داڑھی کو کم کرنے کے جواز کو ثابت کرنا وہ قطعا درست نہیں ہے کیونکہ فقہاء کرام کی عبارتیں صریحا ان کے مؤقف کے خلاف ہیں۔ وہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی کہ جنکے بارے میں زید صاحب نے قبضہ کے بارے میں سنت یا استحباب کا قول نقل کیا ہے وہ خود زید صاحب کا رد ان الفاظ میں فرما رہے ہیں۔

و سیجیئ استحباب اخذ اللحیة طولا و عرضا لکنه مقید بمما اذا زاد علی القبضة و هذا فی الابتداء واما بعد ما طالت فقالوا لا یجوز قصها کراهة ان تصیر مثلةالقول ینبغی ان یدرج فی اخذ ها لتصیر مقدار قبضة علی ما هو سنة و اعتدال لاملصلیاخذها بالمرة فیکون مثلة۔

ترجمہ: اور عنقریب داڑھی میں سے طولا اور عرضا لینے کے استحباب کا بیان آئیگا مگر یہ فعل اسی داڑھی کیساتھ مقید ہے جب وہ قبضہ سے زائد ہوجائے اور یہ بھی ابتداء میں مگر جب داڑھی بڑھ جائے تو اس کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ لمبی داڑھی کے مثلہ ہونے کی کراہت کی وجہ سے کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ داڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ وہ قبضہ کی مقدار تک ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا معروف انداز ہے۔ مگر ایک دم سے نہ کاٹے کہ کہیں وہ مثلہ نہ ہوجائے۔

﴿مرقات المفاتیح ج۸ ص۲۱۱﴾

زید صاحب نے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے غلط مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا سیاق وسباق چھوڑ کر صرف وہی جملہ لے لیا جسے وہ اپنے غلط مؤقف پر دلیل بنا سکتے تھے ہم نے

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی کی وہ عبارت خط کشیدہ کردی ہے جو زید صاحب کے مؤقف کے صریحا خلاف ہے علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے صاف صاف لفظوں میں وضاحت فرمادی کہ داڑھی کے جس حصے کو کاٹنا مستحب ہے وُہ وہی حصہ ہے جو کہ قبضے سے زائد ہوجائے وہ بھی صرف ابتداء میں ۔اور اگر زیادہ لمبی ہوجائے تو علماء کے نزدیک اس کا کاٹنا مکروہ ہے اور آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ داڑھی کاٹنے میں احتیاط کرے ورنہ مثلہ ہوجائے گی۔

(علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے مثلہ کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ مثلہ کرنا حرام ہے اور انکی مذکورہ بالا عبارت سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انکے نزدیک ایک مشت سے داڑھی کم کرنا مثلہ ہے اور مثلہ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح زید صاحب نے اپنی اسی کتاب میں داڑھی کی مقدار میں فقہاء احناف کا نظریہ بیان کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی ،علام زبیدی حنفی اور علامہ ابن ھمام کی جو عبارات لکھی ہیں وہ کسی طرح بھی انکے لیئے مفید نہیں ہیں کیونکہ ان تمام عبارتوں میں یہ صراحت موجود ہے کہ داڑھی اسی وقت کاٹی جائیگی کہ جب وہ ایک مشت سے زائد ہوجائے جبکہ علامہ ابن ھمام کی عبارت تو صریحا انکے خلاف ہے کیونکہ انھوں نے تو صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ ایک مشت سے داڑھی کم کرنا فرنگیوں اور ہیجڑوں کا فعل ہے اسی طرح علامہ ابن نجیم مصری ،علامہ شرنبلالی ، علامہ شلبی ،علامہ طحطاوی اور ابن عابدین شامی رحمہم اللہ تعالی نے بھی اسے فرنگیوں اور ہیجڑوں کا فعل قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ان کی عبارتیں گذشتہ صفحات پر نقل کی ہیں۔ ہیجڑوں سے مشابہت کرنا حرام ہے رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

”قال لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال المترجلات من النساء و قال اخرجوھم من بیوتکم“ رواہ البخاری

﴿مشکوۃ المصابیح ص ۳۸۰ قدیمی کتب خانہ﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی مرد مخنثین اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرے۔اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

لیکن زید صاحب نے امام ابن ھمام کی عبارت کو اصل معنوں سے پھیرنے کی درج ذیل الفاظ میں کوشش کی ہے۔

”بعض علماء کہتے ہیں کہ اس عبارت میں علامہ ابن ھمام نے قبضہ کو واجب کہا ہے یہ صحیح نہیں اول تو یہ عبارت قبضے کے متعلق نہیں یہ داڑھی کے اکثر اور غالب حصے کے متعلق ہے اور وہ قبضے سے عام ہے۔“

مگر زید صاحب کا ہیرا پھیری کر کے اس عبارت سے قبضے کی نفی کرنا کسی کام نہ آئے گا جبکہ حسن بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عبارت میں صریحاً قبضے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ علامہ حسن بن عمار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

واما الاخذ من اللحیه وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة فلم یبحه احد۔

﴿الھامش علی الدرر ج ۱ ص ۲۰۸﴾

ترجمہ: اور داڑھی میں لینا جبکہ وہ قبضہ سے ہو جیسا کہ بعض اہل مغرب کرتے ہیں اسے کسی نے بھی جائز نہیں کیا۔

زید صاحب اس صفحہ پر اسی ہیرا پھیری والے انداز میں مزید لکھتے ہیں۔

''ثانیاً یہ ٹھیک ہے کسی نے اسکو مباح نہیں کہا لیکن کسی نے قبضہ سے کم داڑھی کاٹنے کو حرام یا مکروہ تحریمی بھی نہیں کہا حتی کہ قبضہ کا وجوب ثابت ہو۔''

زید صاحب نے ''**لم یبحه احد**'' کا ترجمہ ''مباح'' کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے تا کہ اپنا مطلب نکال لیں مگر علامہ ابن ھمام کی عبارت انھیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ اس عبارت میں **لم یبحه احد** کا ترجمہ مباح ہوتا تو علامہ ابن ھمام علیہ رحمۃ الرحمان ایک مشت سے کم داڑھی کرنے والوں کو ہیجڑا کیوں قرار دیتے انہیں اتنا برا کیوں کہتے حالانکہ مباح کا ترک ہرگز ہرگز خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے تو پھر علامہ ابن ھمام نے ایسا کیوں فرمایا؟ جواب صاف ظاہر ہے کہ علامہ ابن ھمام کی ''**لم یبحه احد**'' مراد مباح شرعی کے بجائے ''ناجائز'' یا ''غیر حلال'' ہے جیسا کہ مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اور ہم اعتراض نمبر (۶) میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ ناجائز کا اطلاق مکروہ تحریمی یا حرام پر ہوتا ہے لہٰذا یہ بات ظاھر ہو گئی کہ علامہ ابن ھمام، ابن نجیم مصری علامہ شلبی، حسن بن عمار، طحطاوی اور علامہ شامی کے نزدیک ایک مشت داڑھی میں سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے مقابل واجب ہوتا ہے لہٰذا ان سب کے نزدیک داڑھی میں قبضہ واجب ہے چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ابن ھمام علیہ الرحمہ کے داڑھی کے متعلق سنیت کے قول میں یہ تاویل کہ جائے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

زید صاحب نے امام ابن ھمام رحمہ اللہ کے کلام کو فاسد تاویل کے ذریعے اپنے حقیقی معنی سے پھیرنے کے لئے تیسری کوشش بھی کی ہے مگر اس قسم کی فاسد تاویلات انھیں کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گی زید صاحب اِس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں۔ ’’ثالثاً علامہ ابن ھمام نے اسی صفحہ پر یہ تصریح کی ہے کہ داڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے یہ اس بات پر نص ہے کہ قبضہ سنت ہے واجب نہیں ہے علامہ ابن ھمام لکھتے ہیں۔

’’وھو ای القدر المسنون فی اللحیة القبضة‘‘

ترجمہ: اور وہ یعنی داڑھی میں مقدار مسنون قبضہ ہے

اس لئے علامہ ابن ھمام کی اس دوسری عبارت میں تاویل کرنا ضروری ہے تا کہ ان کی دو عبارتیں متعارض نہ ہوں اور وہ تاویل یہ ہے کہ اباحت تحسین کے معنی میں ہے اور ’’ **فلم یبحه احد** ‘‘ کو کسی نے مباح نہیں کہا‘‘ کا معنی ہے ’’ **لم یحسنه احد** ‘‘ کسی نے تحسین نہیں کی ہے‘‘ یعنی قبضہ سے کم داڑھی کاٹنے کو کسی نے مستحسن نہیں کہا۔

فقیر کہتا ہے کہ علامہ ابن ھمام رحمہ اللہ کے کلام میں اس ناجائز تاویل کی قطعاً ضرورت نہیں ہے ان کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا کیونکہ لفظ سنت عام ہے جو کہ سنت مؤکدہ اور واجب کو عام ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں شمس الائمہ سرخسی، مکحول، صدر الشریعہ، علامہ شامی وغیرہم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اذان، جماعت، صلوۃ عیدین، سنن ھدی میں سے ہیں۔ جبکہ جماعت اور صلوۃ عیدین وجوب کے درجے میں ہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ منحۃ الخالق میں بیان فرماتے ہیں۔

ان اطلاق اسم السنة لاینفی الوجوب بعد قیام الدلیل علی وجوبها

﴿منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۷﴾

ترجمہ: کسی حکم کے وجوب پر دلیل قائم ہو جائے تو اسے سنت کہنے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

اسی طرح اگر علامہ ابن ھمام نے داڑھی کو سنت کہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے داڑھی کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ خود ان کا قول ’’کہ ایک مشت سے داڑھی کم کرنا ہیجڑوں کا فعل ہے۔‘‘ نص صریح ہے کہ

داڑھی واجب ہے ان تمام تشریحات کے باوجود اگر کچھ لوگ ہٹ دھرمی کرتے رہیں اور کہتے رہیں کہ ایک مشت سے داڑھی کم کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ مباح ہے تو ہم انھیں خبردار کرتے ہیں کہ وہ علامہ ابن ھمام، علامہ ابن نجیم مصری، علامہ شلبی، علامہ حسن بن عمار، علامہ طحطاوی، علامہ شامی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام احمد رضا خان بریلوی اور دیگر علمائے امت کے نزدیک فرنگیوں اور ہیجڑوں کے سے فعل کے مرتکب ہوکر ہیجڑے اور فرنگی کہلانے کے مستحق ہوں گے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو کہ نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کے بھی خسران کا باعث ہے۔

(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراض (۷)

زید صاحب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے۔ اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی۔ (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی) ہمارے نزدیک شیخ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اسوقت ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا ہو۔ اور اسکے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے، جبکہ یہاں معاملہ اسکے برعکس ہے''۔

الجواب

زید صاحب کی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ قابل توجہ ہیں زید صاحب نے ان الفاظ کے ذریعے شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ کی طرف حرام فعل کی نسبت کی ہے کیونکہ بغیر حجت شرعیہ کے فتویٰ دینا اور عمل کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ عبدالعلی رحمہ اللہ نے فواتح الرحموت میں تصریح فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں

(لانه لابد من حجة شرعية) لان الفتوٰى والعمل من غير حجة شرعية حرام۔

﴿فواتح الرحموت ج ۲ص ۱۸۷﴾

ترجمہ: (ضروری ہے کہ دلیل شرعی ہو) کیونکہ بغیر دلیل شرعی کے فتوی دینا اور عمل کرنا حرام ہے۔ والعیاذ باللہ شیخ محقق کی طرف حرام فعل کی نسبت کرنا ظلم عظیم ہے۔

حالانکہ شریعت اسلامیہ نے تو ایک عام مسلمان کے بارے میں برا گمان کرنے کی اجازت نہیں دی چہ جائیکہ اس پر الزام تراشی کی جائے مگر زید صاحب جوش تعصب میں تمام اخلاقی اور شرعی حدود پھلانگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے ایک ولی، عاشقِ رسول ﷺ ایک بے مثال عالم دین کی طرف حرام فعل کی نسبت کر کے ایک ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کیا جسکی توقع ایک عام مسلمان سے بھی نہیں کی جا سکتی۔ یقیناً یہ کام ایک منافق ہی کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

لایستخف بحق ثلٰث الا منافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام وذ والعلم وامام مقسط۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر

ترجمہ: تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل۔

بہرحال ہم زید صاحب کو اسطرح کی گالیاں دینے سے تو قاصر ہیں جو انھوں نے شیخ کی طرف منسوب کی۔ مگر اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے مالک و مولا تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے معاملے میں زید سے انصاف کا معاملہ فرما۔ (امین)

اور جو زید نے قوسین (بریکٹ) کے درمیان میں لکھا ہے کہ ''واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں''، اس سے یہ بات کہاں ثابت ہوتی ہے کہ انھیں اس قول کی دلیل بھی نہیں معلوم تھی حالانکہ عدم ذکر عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ زید صاحب کو اس معاملے میں حسن ظن سے کام لینا چاہئے تھا اسکے بعد ان کی مرضی تھی کہ وہ اسے تسلیم کرتے یا نہ کرتے کیونکہ عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے کہ **اذا فاتک الادب فلزمت الصمت واذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت۔**

الحمدللہ اس عاجز وفقیر نے بفیضان ارواح شیخ محقق عبدالحق محدث دھلوی اور امام اہلسنت اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہما کے قبضہ کے وجوب پر گذشتہ صفحات پر مستقل چھ دلیلیں بیان کی ہیں اس لئے یہ فقیر انتہائی وثوق سے

کہتا ہے کہ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے فقہاء کرام کے اقوال میں جوتاویل فرمائی ہے وہ بالکل درست ہے۔

البتہ یہ سگ بارگاہ شیخ محقق واعلیٰحضرت کہتا ہے کہ زید نے صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے کلام میں جوتاویل کی ہے وہ انتہائی دوراز کار ہے اور فاسد ہے جیسا کہ ہم اسکو ثابت بھی کر چکے ہیں۔اس لئے ہم زید صاحب کے الفاظ کو انہی کے لئے دہرا دیتے ہیں جو کہ انھوں نے شیخ محقق کے لئے استعمال کئے ہیں ہم زید صاحب سے کہتے ہیں کہ اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کئے بغیر اس قسم کی تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچۂ اطفال بن جائیں گی۔اور ہر شخص فقہاء کی تصریحات کو اپنی رائے کے مطابق تبدیل کر سکے گا۔واجب کو کہہ دے گا کہ یہ ثابت کے معنوں میں ہے فرض کو کہہ دے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے لہذا اس کا ترک کر دینا ضروری نہیں اور اس کا فعل جائز ہے۔(**العیاذ باللہ تعالی**)

یہ فقیر کہتا ہے کہ خود زید صاحب اس قسم کی حرکات کا ارتکاب کئی مقامات پر کر چکے ہیں اول تو انھوں نے علامہ زبیدی حنفی کی عبارت کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا کہ

’’اس بات میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک داڑھی بڑھانا اولیٰ ہے جسکا تقاضا ہے کہ داڑھی کو کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے حرام نہیں ہے‘‘۔

اس عبارت میں زید صاحب نے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ مطلقا داڑھی کو کاٹنا خواہ وہ قبضہ سے کم ہو یا زیادہ خلاف اولیٰ ہے۔حالانکہ علامہ زبیدی کا کلام اس داڑھی کے متعلق ہے جو کہ قبضہ سے زیادہ ہو اور کاٹ کر کم کرنے سے مراد داڑھی کا وہ حصہ ہے جو کہ قبضے سے زائد ہو۔

دوم زید نے علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کے قول ’’اور اس سے مزید داڑھی کم کرنا جیسا کہ بعض فرنگی اور ہیجڑے کرتے ہیں اسکو کسی نے جائز نہیں کہا‘‘۔ میں **فلم یبحہ احد** ’’مباح نہیں کہا‘‘ کرکے علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے پھر مزید اسی عبارت کے عتاب سے بچنے کے لئے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے غلط نتیجہ نکالتے ہوئے یوں لکھا ’’ثانیا یہ ٹھیک ہے کہ کسی نے اسکو مباح (صحیح ترجمہ جائز یا حلال ہوگا۔عطاری) نہیں لکھا لیکن کسی نے قبضہ سے کم داڑھی کاٹنے کو حرام یا مکروہ تحریمی بھی نہیں کہا حتی کہ قبضہ کا وجوب ثابت ہو‘‘۔

ہم نے زید صاحب کی دو علمی خیانتیں نقل کردی ہیں انکو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید اردو زبان کا محاورہ ’’الٹا

چور کوتوال کو ڈانٹے'' زید صاحب جیسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کیونکہ انھوں نے شیخ محقق عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ کے بارے میں اس قسم کی علمی خیانت کی نسبت کی ہے مگر اسے ثابت نہ کر سکے جبکہ خود انکے کلام میں اس قسم کی علمی خیانتیں موجود ہیں۔

اعتراض (۸)

زید صاحب لکھتے ہیں،

اس سلسلے میں ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ جن حضرات نے قبضہ بھر داڑھی کو سنت کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ داڑھی میں قبضہ اگر چہ واجب ہے مگر اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے عید کی نماز کو باوجود واجب ہونے کے اسی بناء پر سنت کہا ہے اس دلیل میں سخت مغالطہ آفرینی کی گئی ہے نماز عید کا معاملہ یہ ہے کہ نماز عید کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں منقول ہیں ایک میں نماز عید کو واجب کہا ہے اور ایک میں سنت۔ بعض فقہاء مثلاً صاحب ھدایہ نے واجب کے قول کو ترجیح دی ہے اور سنت کے قول کی تاویل کی ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے۔ سو اگر داڑھی میں قبضہ کے متعلق بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دو قول ہوتے ایک ''وجوب کا'' دوسرا ''سنت کا'' تو یہ بات درست ہوئی۔

الجواب

زید صاحب نے اس عبارت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف نماز عید کے متعلق نسبت کر کے علماء کرام کے مؤقف کو کمزور کرنے کے لئے دلیل بنایا ہے حالانکہ علماء کرام نے جو بات بیان کی ہے وہ ہمارے فقہاء کرام کی عادت کے عین مطابق ہے کیونکہ فقہاء کرام عموماً واجب کو سنت اس لئے کہہ دیتے ہیں کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں اعتراض (٦) کے جواب کی تفصیل میں نماز با جماعت کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال نقل کئے ہیں۔ البتہ زید صاحب نے علماء کرام کی طرف سے نماز عید کو مقیس علیہ لکھا ہے اس میں ہمیں شک ہے کہ علماء کرام نے نماز عید کو مقیس علیہ بنایا ہے یا نہیں کیونکہ فقیر کی نظر سے اس باب سے متعلق علماء کرام کوئی ایسی عبارت نہیں گذری۔ بہر حال یہ فقہاء کرام کی عادت ہے کہ جب ان کے سامنے کسی مسئلے کا وجوب ظاہر ہو جائے تو وہ متقدمین کے اقوال میں ہے یہ کہہ کر تاویل کرتے ہیں کہ سنت سے مراد اسکا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

زید صاحب کی تنگ نظری

زید صاحب نے اپنی اسی کتاب میں داڑھی میں قبضہ کے وجوب کے قائلین پر قرآن مجید کی وہ آیات چسپاں کی ہیں جو کہ یہود و ہنود و نصاری اور دیگر کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں زید صاحب نے ان آیات طیبات کو بالکل اسی طرح استعمال کیا ہے جسطرح وہابی اور دیوبندی قرآن مجید کی ان آیات کو اہل سنت کے خلاف استعمال کرتے ہیں یہ ایک نہایت ہی افسوس ناک امر ہے جس کا ایک پہلو تو اس کا غماز ہے کہ زید صاحب اپنے نظریات میں انتہائی تنگ نظر اور متعصب ہیں اور دوسرا پہلو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زید صاحب کے یہاں سلف و صالحین کی کوئی عزت و آبرو نہیں ہے بلکہ اپنی خود ساختہ تحقیق کے مقابلے میں ہر ایک کو ہیچ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ فقہاء متقدمین کا بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود آپس میں کس قسم کا تعلق تھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مسائل میں اختلاف کے باوجود کبھی بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بھی سخت قسم کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر فجر کی نماز پڑھی تو اپنی تحقیق کو چھوڑ کر امام اعظم کے طریقے کے مطابق نماز پڑھی اور استفسار پر ارشاد فرمایا کہ مجھے صاحبِ قبر سے حیاء آتی ہے۔ اس کے برعکس زید صاحب نے شیخ محقق اور اعلیٰحضرت علیہما الرحمۃ اور انکے معتقدین کو یہود و نصارٰی کے گمراہ علماء اور گمراہ عوام سے تشبیہ دیتے ہوئے قرآنِ مجید کی کئی آیات مع تفسیر چسپاں کردی ہیں۔ زید صاحب لکھتے ہیں، **اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ** ﴿القران توبہ۔ ۳۱﴾

ترجمہ: ''انھوں نے اپنے پیروں اور عالموں کو اللہ عزوجل کے سوا رب بنالیا ہے''۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے یہ آیت پڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ اپنے پیروں اور عالموں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس کو اللہ عزوجل نے حلال کیا یہ اس کو حرام کہتے ہیں۔ اور جس کو اللہ عزوجل نے حرام کیا اس کو یہ حلال کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہی ان کی عبادت ہے۔

اسی طرح زید صاحب نے جمیع مسلمانانِ اہلسنت اور علماء کرام کو داڑھی میں قبضہ کے وجوب کا قول کرنے کی وجہ سے کافروں اور ان کے گمراہ آباؤ اجداد کے مترادف سمجھتے ہوئے قرآنِ مجید کی ذیل میں دی ہوئی آیت بھی

چسپاں کردی ہے۔

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰبائنا ولو کان الشیطان یدعوھم الی عذاب السعیر۔ ﴿لقمان ۲۰۔ ۲۱﴾

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کی اتباع کرو تو وہ کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اسکی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ خواہ شیطان ان کو دوزخ کی طرف بلاتا ہو''۔

ان تمام گستاخیوں کے جواب میں ہم انھیں صرف اتنا کہتے ہیں کہ زید صاحب اپنی ان حرکات کی بناء پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بدترین مخلوق میں شامل ہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ و قال انھم انطلقوا الی اٰیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴﴾

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما انھیں بدترین مخلوق شمار کرتے تھے کیونکہ انھوں نے وہ آیات جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں تھیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کیا۔

قول و فعل کا تضاد

زید صاحب داڑھی میں قبضے کے وجوب کے قائلین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں

'' یہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کو مقدر کرنا فلاں اور فلاں کا منصب نہیں ہے یہ اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کا حق ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال کردیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کردیں۔ ہم لوگ تو صرف مبلغ ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے جس چیز کو حلال کیا ہو اسکی حلت بیان کردیں اور جس چیز کو حرام کیا ہو اسکی حرمت بیان کردیں ہم شارع نہیں ہیں کہ از خود کسی چیز کو حلال یا حرام کریں اور جو لوگ بغیر کسی صریح اور قطعی حدیث کے محض اپنی رائے سے داڑھی میں قبضے کو واجب اور خواہ ایک پور کے برابر قبضہ سے کم داڑھی ہو اسکو حرام کہہ رہے ہیں ان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور قرآن کریم کی ان آیات سے عبرت پکڑنا چاہئے۔

''اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام

ہے۔تا کہ تم اللہ پر بہتان باندھو بے شک جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہ پائیں گے‘‘۔

الحمدللہ جہاں تک داڑھی میں قبضہ کی مقدار کے وجوب کا تعلق ہے تو اسکے دلائل ہم گذشتہ صفحات پر بیان کر چکے ہیں یہ زید صاحب کی خام خیالی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اسکے دلائل نہیں۔اسی لئے انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت کو اہلسنت پر چسپاں کردیا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کے بجائے خود زید صاحب اس آیت کی زد میں آتے ہیں ہم انھی کی تحریر کے آئینے میں اس بات کا ثبوت فراہم کردیتے ہیں۔

زید صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں

’’ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے داڑھی منڈانے پر انکار کیا ہے اور داڑھی منڈانے سے داڑھی بڑھانے کے حکم کی بالکلیہ مخالفت ہوتی ہے اس لئے ہمارے نزدیک داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً داڑھی رکھنا واجب ہے‘‘۔

زید صاحب کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص چھوٹی سی داڑھی رکھ لے تو انکے نزدیک ایسا کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس کے بارے میں انکار ثابت نہیں ہے البتہ ایسا کرنے سے ’’ **واعفوا اللحی** (داڑھیاں بڑھاؤ) کے غیر وجوبی امر کا خلاف لازم آئے گا جو کہ زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ ہوگا۔مگر زید صاحب نے اپنی اسی کتاب میں اس کے برعکس یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ایسا کرنا ان کے نزدیک جائز نہیں۔زید صاحب کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

’’ یہ واضح رہے کہ خشخشی داڑھی رکھنے یا فرنچ کٹ داڑھی رکھنے یا داڑھی کی زیادہ مقدار کاٹنے کے مجوّز نہیں‘‘۔

اب ہم زید صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ نے اس کام کو ناجائز نہیں کردیا؟ کہ جس کو آپ کے زعم میں اللہ عزوجل اور رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے یقیناً یقیناً آپ نے ایسا ہی کیا ہے آپ کو اللہ عزوجل سے ڈرنا چاہیے اور آپکو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ممکن ہے کہ زید کے متبعین میں سے کوئی یوں کہہ دے کہ زید صاحب نے خشخشی داڑھی، فرنچ کٹ اور چھوٹی داڑھی کے ناجائز ہونے کی وجہ لکھ دی ہے کیونکہ یہ عرف و عادت کے خلاف ہے اور احکام میں عرف و عادت کا اعتبار ہوتا ہے۔فقیر کہتا ہے کہ زید اور ان کے متبعین کا یہ جواب ان کی قواعد فقہیہ سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار اُسوقت ہوتا ہے جب احکام میں نص وارد نہ ہو جب نص وارد ہوجائے تو عرف وعادت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ نص

اقوی ہے عرف وعادت سے جیسا کہ علامہ عبدالغنی الغمینی المیدانی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا

لان النص اقوی من العرف والاقوی لایترک بالادنی۔

﴿اللباب فی شرح القدوری الجزء الاول ۲۸۷۔۲۵۶ میر محمد کتب خانہ﴾

ترجمہ: کیونکہ نص قوی ہے عرف سے اور اقوی کو ادنی کے مقابلے میں نہیں ترک کیا جاتا۔

چونکہ زید صاحب کے نزدیک داڑھی کو ایک مشت سے کم کرنے کے جواز پر نص وارد ہے لہذا اس جواز کو عرف کی وجہ سے ناجائز نہیں کر سکتے لہذا زید صاحب نے جو آیات غلط تاویل کے ذریعے اہلسنت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے اس سے خود کو نہیں بچا سکتے۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اس قسم کی غلط سوچ سے محفوظ فرمائے۔

ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عنداللہ ورسولہ عزوجل و ﷺ۔

کتبہ: محمد ابوبکر صدیق العطاری

۱۶ جولائی ۱۹۹۸ء